

شماریت مودودی میراث اکھنے گئے عربی

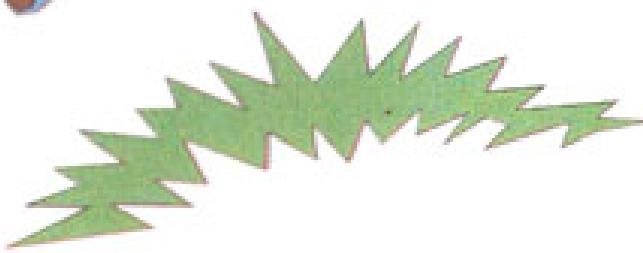
طنز و مناج



urdukutabkhanapk.blogspot



بایر شاہین



نومی سبیلی کیشتر، پوسٹ بجس نمبر 1163
راولپنڈی

انتساب!

اپنے محن

نجابت علی آکاش کے نام
جسکی بے پناہ محبتوں پر مجھے ناز ہے



اُردو گُتب خانہ پی کے
[urdukutabkhanapk.blogspot](http://urdukutabkhanapk.blogspot.com)

بابری اور شاہینی مزاج

بابر شاہین کی طرافت کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مجھے پسند آئی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بابر شاہین ایک کالج کے طالب علم ہیں اور یہی زندگی کا وہ کھرا زمانہ ہے جس میں کھرا اور خالص مزاج لکھا جا سکتا ہے مجھے خوشی ہے کہ بابر شاہین نے زندگی کے اسی جیالے مرحلے میں مزاج نگاری کی طرف رجوع کیا ہے اس بات کا ذکر شاید یہاں بے محل نہ ہو کہ شفیق الرحمن، کرغل محمد خان، ابن انشاء، مشتاق احمد یوسفی جیسے طرافت کے ہمالیاؤں نے بھی مزاج نگاری کی ابتداء اپنے کالج کے زمانے میں ہی کی تھی۔ مجھے بابر شاہین کی کتاب کے نام "شرارتیں" میں بھی شفیق الرحمن کی حماقیتیں، وغیرہ سے ایک بڑی خوش کن مماثلت نظر آتی بابر شاہین کے ہاں طرافت کا ایک بھرپور دریائے سوان، اپنے ساون کی طغیانیوں میں موجزن و کھائی دیتا ہے۔ اس کی شرارتیں دل آؤیں اور سماجی کچوکے خیال انگیز ہیں یہ نوجوان اگر اسی لگن کے ساتھ لکھتا رہا تو کچھ عجب نہیں کہ مزاج نگاری کی ایک ایسی روشن کو رواج دے جائے جسے بابری اور شاہینی مزاج کے نام سے پکارا جائے۔

بابر شاہین مزاحیہ ادب میں نوادرد ہیں مگر مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے صرف چند ماہ میں اپنے پہلے اور بھرپور مزاحیہ مجموعے "شرارتیں" کے ذریعے معیاری مزاج نگاری کی سمت سفر شروع کر دیا ہے میں نے ان کی تحریروں میں سیدھے سادے اسلوب کے ساتھ ساتھ بے ساختگی روائی اور سچائی دیکھی ہے۔ ان کی "شرارتیں" پڑھ کر مجھے یوں لگا جیسے وہ عارضی خوشی پیدا کرنے کے لئے نہیں کامیک چڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ اگرچہ اردو ادب میں مزاج بہت کم لکھا جا رہا ہے مگر بابر شاہین کا مزاحیہ ادب میں پہلا قدم نہ صرف خوش آئندہ ہے بلکہ مزاحیہ ادب کے روشن مستقبل کی نوید بھی ہے۔ بابری مزاج اور شاہینی جذبات کے امتحان نے بابر شاہین کے نام کی طرح اس کے مزاج کو اسقدر باؤصف بنا دیا ہے کہ اس کے مزاج سے ہر عمر کے لوگ لطف اٹھا سکتے ہیں۔ اس میں لطیفے بھی ہیں، چکلے بھی اور فکر انگیز طنز بھی، میں سمجھتا ہوں بابر شاہین نے قلم کی نوک کے ذریعے بہت سی کرنیں اکٹھی کر کے انسیں "شرارتیں" کی شکل میں تحریر کر دیا ہے کچھ عجائب نہیں کہ اس کی ہر کلن آئیاری کے بعد پھول ایسی دھرتی پر خوشی کے سورج اگا دے۔

عارف فرحد

کمال آباد، ایلہمنڈی



میں بچپن میں بہت شرارتیں کیا کرتا تھا۔ ابو اکثر مجھے ڈانت پلاتے رہتے تھے۔
میرے خیال میں گھٹی کی جگہ بھی انہوں نے مجھے ڈانت ہی پلاتی ہو گی۔
جب میں ذرا سمجھدار ہوا تو میں نے سوچا کہ اب شرارتیں کنا کچھ مناسب نہیں
کیوں نہ شرارتیں کرنے کے بجائے "شرارتیں" لکھ دی جائیں۔ کیونکہ شرارتیں کرنے
سے سزا ملے گی جبکہ "شرارتیں" لکھنے سے وہ "واہ" دا
"شرارتیں" لکھنے کا مقصد صرف آپ کو ہنسانا ہے۔ رلانا نہیں۔ یہ کتاب آپ پڑھتے
جائیے آپ کو نہیں آتی جائے گی۔ لیکن بوڑھی عمر کے لوگ اس کتاب کو نہ ہی پڑھیں تو
اچھا ہے کیونکہ اول تو انہیں کتاب پڑھ کر نہیں آئے گی نہیں اور اگر نہیں آگئی تو پھر جائے
گی نہیں بلکہ وہ ہنستے ہی چلے جائیں گے۔
اور یہ بات کتاب کے اصل مقصد کے خلاف جاتی ہے۔
لیکن بچے اور جوان اس کتاب کو بلا جھگ پڑھیں۔ کیونکہ اگر انہیں نہیں آئی بھی تو
ان کے منہ میں جو بتیں (32) ڈانت ہیں وہ ان کی مدد سے نہیں روک سکتے ہیں۔

ایک ماں اپنے بچے کے بارے میں سخت فکر مند تھی۔ جو ایک سال کا ہونے والا تھا۔ مگر ابھی تک اس نے دانت نہیں نکالے تھے۔ وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی۔ اور ڈاکٹر سے کہا کہ بچے کی عمر ایک سال ہونے کو ہے لیکن یہ ابھی تک دانت نہیں نکال رہا۔ ڈاکٹر نے بچے کی ماں سے کہا۔

کہ اس کے کان کے قریب ”شاراتیں“ نہیں۔
پچھے ضرور دانت نکالنا شروع کر دے گا۔



اردو گتب خانہ پی کے

[urdukutabkhanapk.blogspot](http://urdukutabkhanapk.blogspot.com)

ایک کرکٹ سے انٹرویو

ہمارے ساتھ ملک کے مایہ ناز کر کر اپنی 2 خود بیویوں کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی بیوی کا نام Slow Wicket ہے۔ جبکہ دوسری بیوی Fast Wicket کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ جو ان کی نئی بیوی ہے۔ آئیے ہم ان کے شوہر (بیشمین کا کرکٹ کی زبان میں انٹرویو لیتے ہیں۔

آپ Fast Wicket سے Slow Wicket کی طرف کسے آئے؟ *

میں نے اپنے کھیل کا تعزاز Slow Wicket پر کیا۔ لیکن میں اس کو Wicket (بانجھ عورت) کہوں گا۔ کیوں کہ اس وکٹ پر کئی سالوں تک میری بیٹگ لائی فیل Dead ہوتی رہی۔ اور میں آؤٹ آف فارم (Out of form) رہا میں سلیکشن کیشی (ماں، باپ، ساس، سر) کی توقعات پر پورا نہ اتر سکا۔ تماشائی بھی مجھ سے چوکے، چکے کی فرماںش کرتے۔

آخر کار میں نے اپنا میڈیکل نیست کروایا کیونکہ مجھے شک تھا کہ غلطی بیشمین کر رہا ہے۔ لیکن رپورٹ صحیح نہیں۔ پھر میں نے مینجر (ماں، باپ) سے مشورہ مانگا کہ اب مجھے Fast Wicket پر کھلنے کی اجازت دی جائے۔ مینجر صاحبان نے تھوڑی سی بخوار کے بعد فیصلہ میرے حق میں دے دیا اور ساتھ ہی یہ شرط بھی رکھی کہ تم گاہے گا ہے پر بھی کھلتے رہو گے۔

یعنی نئی بیوی میرے لئے بہت کارگر ثابت ہوئی۔ پلے سیزن میں Fast Wicket میں نے ڈبل سینھری سکور کی یعنی جزوں پنجے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد بھی ہر دورے پر سکور بنتا رہا اور یوں میری لفڑیوں (بیٹھیوں) اور پنچریوں (بیٹھوں) کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ کھیل کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب میرا سکور بہت زیادہ ہو گیا۔

تو مجھے دوبارہ Slow Wicket کی طرف آنا پڑا۔ میں نے مزید سکور بنانا ختم کر دیا تاکہ میرا ریکارڈ کوئی اور توڑ سکے۔ کیوں کہ ریکارڈ تو بتتے ہی تو نئے کے لئے ہیں۔ ریکارڈ اتنا بنانا چاہئے کہ پیچھے آنے والا مکھاڑی آسانی سے توڑ سکے۔

* آپ Fast Wicket (پرانی یوی) اور Slow Wicket (نئی یوی) سے پلے کھاں پر یکش کرتے تھے؟ *

ظاہر ہے محلے کی گلی کوچوں پر بنی دکھوں پر ہی اپنی پر یکش کرتا تھا۔

* دوران کھیل ایک بیشمین بار بار بلا تبدیل کرتا ہے۔ آخر کیوں؟ *

آپ صحیح کہ رہے ہیں۔ وہ کبھی ایک فرم کے بنائے ہوئے بلے سے کھیلتا ہے اور کبھی کسی دوسری فرم کے بلے سے بلا بازی دکھارتا ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ کچھ اور ہی دکھارتا ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ کھیلوں کا سامان تیار کرنے والی مختلف فریں اپنے نام کے تشریک لئے بیشمینوں سے ایسا کرواتیں ہیں۔ ایک بیشمین کھیل کے دوران جتنی بار بار بلا تبدیل کرتا ہے۔ وہ اس حساب سے اپنا کمیشن وصول کر لیتا ہے اور اس طرح کرکٹ بورڈ پر سرمایہ کا بوجھ بھی کم پڑتا ہے اور (Advertisement) بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک تیر سے دو شکار ہو جاتے ہیں۔

* اگر آپ کو Slow یا Fast وکٹ میں سے کسی ایک کو چھنا پڑ جائے تو آپ کو نئی والی وکٹ کو ترجیح دیں گے؟ *

پلے تو میں یہ کہوں گا کہ ایسی پابندی زندگی میں کبھی نہ گئے۔ کیوں کہ ایسی پابندی

بھرے فساد کا سبب بنے گی ہا لفرض ہر مجبور کیا گیا تو میں Fast Wicket پر ہی کھلنے کو رنج دوں گا۔ کیونکہ آج کل زندہ بھی Fast

* کرکٹ کے مستقبل کے بارے میں آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

ہمارے ہاں تین (Talent) کی کوئی کمی نہیں ملک میں ٹیلنت (Talented) یعنی شادی کے قابل بڑوں کی قطار گئی ہوئی ہے۔ اور دوسرا وکٹسیں بھی اچھی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں ان وکٹوں پر کھلایا جائے۔ اب یہ بڑوں کا فرض ہے کہ انہیں موقع دیں۔

* آپ نے کچھے زیادہ لگائے ہیں یا چوکے؟

میں نے کچھے زیادہ لگائے ہیں کیونکہ میرے بڑوں کی تعداد بیشیوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

* ”سدانہ باغ بلبل یو لے“ ایک وقت آپ پر بھی آئے گا
جب فاست وکٹ پر بھی آپ برنز نہیں کر سکیں گے؟
تو کیا اس وقت ریٹائرمنٹ لے لیں گے؟

میں نے تاہیات دونوں وکٹوں پر کھلنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے چاہئے رنز نہیں باشد ایس۔
کیونکہ اگر میں ریٹائر ہو گیا تو ہو سکتا ہے کل کوئی اور کھلاڑی ان وکٹوں پر الیا گکھنے شروع کر دے اور یہ نیات میرے لئے انا کا مسئلہ بن جائے۔

(طفرہ مزاج)

سزا میں نرمی

شاپنگ (Shopping) یوں اپنی پسند سے کرتی ہے۔ کپڑوں کی خریداری سے لے کر گھر کی ضرورت تک کی ہر چھوٹی بڑی چیز خریدنے میں اس کی پسند شامل ہوتی ہے۔ لیکن جب معاملہ جو توں کی خریداری کا ہو تو اس وقت اپنی مرضی چلاتا ہوں۔ جو جوتے میری یوں پسند کرتی ہے ان سے جسم پر نشان پڑ جاتے ہیں۔ اس نے میری کوشش ہوتی ہے کہ جو توں کے نکوے نرم ہوں اور وہ تھے والے ہوں کیونکہ جتنی دیر تھے کھول کر جوتا اتنا نے میں لگتی ہے اتنی دیر میں ایک پھر تلاشوہر حفاظتی مذاہیر عمل میں لاسکتا ہے وہ تمام تم ریسیدہ شوہر جو میری طرح اپنی یوں سے متاثر ہیں۔ وہ میرے مشورے پر عمل کریں۔ اپنی بیکامات کو وہ دنیا بھر کی شاپنگ کر دیں۔ لیکن ان کے ہوتے اپنی مرضی سے خریدیں۔ ایسے ہوتے جن کے نکوے نرم ہوں۔ اس طرح وہ سزا سے مکمل طور پر توفیخ نہیں سکتے لیکن سزا میں نرمی ضرور آجائے گی۔

اس سادگی پر کون نہ مر جائے.....!

شرفو ہمارا ملازم تھا۔ اس کا پورا نام شریف تھا۔ لیکن وہ پورا شریف بالکل بھی نہیں تھا۔ بلکہ آدھا شریف بھی نہیں تھا۔ کچھ دلوقت سے نہیں کھا جاسکتا کہ شرفو کب اور کہاں پیدا ہوا کیونکہ جب اس نے ہمارے ہاں ملازمت اختیار کی تھی تو اس سے پہلے وہ کہیں اور پیدا ہو چکا تھا۔ دوسرا جب ہم اس سے اس کی تاریخ پیدائش پوچھتے تو وہ اپنی تاریخ وفات بتا دیتا۔

جب ہم شرفو سے پوچھتے کہ تم شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ تو سادہ لوح شرفو بڑی ذہانت سے

جواب دیتا کہ ہمیں اپنے ماں باپ کی غلطیوں کو دہراتا ہمیں چاہتے۔

ایک بڑا مشہور گیت ہے

یہ وعدہ کو کہ محبت کریں گے

سدا ایک دوچے کے دل میں رہیں گے

لو وعدہ کیا ہے محبت کریں گے

تمارے ہوئے ہیں تمارے رہیں گے

کنوارہ شرفو اس گانے کو کچھ اس طرح سنگنا تارہتا تھا۔

یہ وعدہ کو کہ بچت ہی کریں گے

سدا ایک دوچے کے دل میں رہیں گے

لو وعدہ کیا کہ بچت ہی کریں گے

کنوارے ہوئے ہیں کنوارے رہیں گے

کنوارے شرف کے منہ سے جب ہم یہ گیت سختے تو وہ اور بھی کنوارہ لگنے لگتا۔ شرف

انتہائی سادہ انسان تھا۔ ایک دن سرویوں میں اس کے دانت نج رہے تھے۔ گانے بجانے

کے وہ بہت خلاف تھا اس نے منہ میں دہکتا ہوا انگارہ رکھ لیا۔ اس سے دانت بچنا تو بند ہو

گئے مگر بے چارے کی زبان بیش کے لئے کالی ہو گئی۔

میں صحیح کا تازہ اخبار ضرور پڑھتا ہوں۔ ایک دن میں نے شرف سے اخبار مانگا تو وہ کچھ
گیلا گیلا لگا۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگا مجھے پتا تھا آج چھٹی کا دن ہے۔ صاحب دیر سے بستر

چھوڑیں گے اس لئے میں نے اخبار فرنچ میں رکھ دیا تھا۔ مگر باسی نہ ہو جائے اور جب

صاحب انھیں گے تو اس وقت تازہ تازہ پیش کروں گا۔ ایک دن میں نے شرف کو خط دیا کہ

اسے لیٹر بکس میں ڈال آؤ۔ جب وہ G.P.O پہنچا تو وہاں پر اس نے تین طرح کے لیٹر بکس

دیکھے۔ ایک پر لکھا ہوا تھا "مقامی" دوسرے پر "اندر ہونی" اور تیسرا پر "بیرونی" دیکھے۔

شل دل میں پڑ گیا اور یہ نیعلہ نہیں کر پایا کہ خط کس بکس میں ڈالنا ہے۔ آخر کار اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اس نے لفافے کے قمیں ٹکڑے کئے اور ہر ڈبے میں ایک ایک ٹکڑا ڈال آیا۔

ایک دفعہ ہم نے گھر میں شفت ہوئے تو میں نے صحیح دفتر جاتے ہوئے شرفو سے کما T.V وغیرہ میرے کمرے میں لگا رہا۔ جب دفتر سے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شرفو نے T.V چھٹ پر لگا دیا اور انٹینا کمرے میں رکھ دیا۔

جب میں نے اسے ڈانٹ پلاٹی کہ تم نے یہ یقینی کیوں کہ تو کہنے لگا صاحب جی انٹینا کا رخ موڑنے کے لئے مجھے چھٹ پر بار بار جانا پڑتا تھا اب آپ چھٹ پر آرام سے T.V دیکھیں میں کمرے میں آرام سے انٹینا کا رخ موڑتا رہوں گا۔

وہ ٹیکنیکل کاموں میں خواہ مخواہ ہنگے لیا کرتا تھا۔ ایک دن چھٹ پر دو انٹینے دیکھ کر میں نے اس سے پوچھا کہ ایک انٹینا تو T.V کا ہے لیکن دوسرا انٹینا کس کا ہے؟ تو کہنے لگا یہ دوسرا انٹینا میں نے فریج کا لگایا ہے۔ وہ مجھے سکول کے پھوپھوں کی طرح سمجھانے لگا۔ کہ اگر اس انٹینا کا رخ مری کی طرف کریں گے تو فریج چیزوں کو ٹھنڈا کرے گی لیکن صاحب جی انٹینا کا رخ جیکب آبادیا ملتان کی طرف کبھی نہ موڑتا ورنہ فریج میں رکھی ہوئی چیزیں گرم ہونا شروع ہو جائیں گی۔ شرفو کی زندگی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔
شرفو اب ہم میں نہیں ہے لیکن وہ اپنی باتوں کی وجہ سے ابھی تک ہمارے ولوں میں زندہ ہے۔

شرفو کی موت کے متعلق دو روایات ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق وہ کوزے میں دریا بند کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں پاؤں پھسلا اور اس طرح پانی میں مل کر پانی پانی ہو گیا۔
جبکہ دوسری روایت کے مطابق وہ زمین و آسمان کی قلابیں ملا رہا تھا کہ سیڑھی پر سے پاؤں پھسل گیا اور اس طرح خاک میں مل کر خاک ہو گیا۔

یہ ریڈیو گپستان ہے

This is Radio Gappistan.

پاکستان کا معیاری وقت

منہ کے 32 دانت بجے ہیں۔

سے خبریں سنیں

آج صدر مملکت نے دل کا دورہ کیا۔ دل کے چاروں خاتوں کو صدر کی آمد سے دو روز قبل ہی دلمن کی طرح سجادیا گیا تھا۔ دل کو جانے والے تمام راستوں پر پولیس C.I.A کی گاڑیاں گشت کرتی رہیں۔ صدر کی آمد پر رنگ برلنگے غبارے چھوڑے گئے۔ جنہیں بیٹ کی گیس سے بھرا گیا تھا۔ چھوٹی آنت اور بڑی آنت نے معزز مہمان کو گل دستے پیش کئے۔ صدر اپنے جگری یار جگر سے بھی ملے۔ اور اس کے کام سے بہت متاثر ہوئے۔ صدر نے جگر کی گرمی دور کرنے کے لئے A.C. گلوانے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ ہمارے خصوصی نمائندے نے بتایا کہ یہ صدر مملکت کا دل کا پہلا دورہ ہے۔ لہذا ابھی تشویش کی کوئی بات نہیں۔

آج آبادی کا عالمی دن منایا گیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے ایک سرکاری اہل کار نے کہا کہ اگر ملک کی آبادی اسی برق رفتاری سے بڑھتی رہی تو خدشہ ہے کہ حکومت تمام بیگنات کو قوی تحویل میں لے لے۔

✓ ”یہ خبریں آپ دونوں کانوں سے سن رہے ہیں۔“

✓ حکومت کی طرف سے ایک بیان جاری ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت ملک میں جا بجا ایسے استورز (Stores) قائم کرے گی جہاں پر زہر مفت مل سکے گا۔ اس طرح وہ تمام غریب جو غربت سے نگ آئے ہوئے ہیں اور زہر کھا کر مرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پیرس نے

ہونے کی وجہ سے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا نہیں سکتے۔ اب وہ ایسا کر سکیں گے۔ اس طرح ملک سے بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ فلاںگ کوچ کے حاوٹے میں 10 جانیں اس دار قانی سے کوچ کر گئی۔ جبکہ 20 زخمیوں کو ہسپتال داخل کرا دیا گیا۔ جن میں سے آدھے زخمی اللہ کو پیارے ہو گئے اور باقی آدھے نرسوں کو پیارے ہو گئے۔

"یہ خبریں ریڈیو گپستان سے حشر نشر ہو رہی ہیں"

ہمارے نمائندے نے اطلاع دی ہے کہ ایک اسکول میں معیار تعلیم گرنے سے ایک ہی خاندان کے تین بچے بری طرح بیل ہو گئے ہیں۔

وزیر تعلیم نے سو گوار خاندان سے دلی رنج کا اظہار کیا اور بچوں کے لئے ٹیوٹر کا انتظام کیا۔ ہمارے نمائندے کی اطلاع کے مطابق شاغروں کے تحفظ کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو اپنی درج ذیل شفارشات حکومت کو پیش کرے گی۔

- 1- شاعر اپنا کلام سناتے وقت ہیئت لازمی پہنے گا۔
- 2- جس علاقے میں مشاعرہ منعقد ہو ایک گھنٹہ قبل اس علاقے میں تمام سبزی کی دو کانیں بند کر دی جائیں۔

3- دوران مشاعرہ علاقے کی تمام بیکریوں میں اندھوں کی پلائی روک دی جائے

4- جو لوگ مشاعرہ سننے آئیں وہ جوتے گھر میں ہی چھوڑ آئیں۔

5- سبحان اللہ، واه، واه بست خوب کیا کہہ رہے ہیں۔ اور اس طرح کے بہت سے اور تعریقی الفاظ ہو وادیتے وقت بولے جاتے ہیں ان کی کمیٹی بھری جائیں بالفرض اگر دوران مشاعرہ سامنے سو جائیں تو فوراً "کیٹ لگا دی جائے۔ مگر ساں بندھا رہے۔ مشاعرہ جمار ہے اور شاعر کو داد ملتی رہے۔

موسم = محلہ موسیٰت نے پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ 24 گھنٹوں کے دوران یا موسم

اٹک رہے گایا اب آلو اور بارش ہونے کا امکان ہے۔
ساتھی خبریں = آج صحیح دفتروں میں رشوٹ کا تناب ۹۹٪ رہا۔

بجک شام کو سفارش کا تناسب ۸۸٪ ریکارڈ کیا گیا۔

آج زریق پولیس کے سودے فی گاڑی ۳۰ روپے سے شروع ہو کر ۵۰ روپے فی گاڑی پر
بند ہوئے۔ جمیعی طور پر مندے کا رجحان رہا۔ یونکہ یکسی ڈرائیور کا لج کے ایک لڑکے
سے لڑائی ہونے کی وجہ سے ہڑتاں پر رہے۔

اور اس کے ساتھ ہی اب تک کی خبریں فشوں

"ناتھ"

جس طرح مسلمانوں کے ہاں ناچنا برا سمجھا جاتا ہے۔ حیوانوں کے معاشرے میں بھی
اسے اچھا نہیں گردانا جاتا۔ سور جنگل میں ناچتا ہے بازیروں میں نہیں۔ ایک ایکٹریں کے
پیٹ میں بھوک سے چوہے ناتھ رہے تھے تو اس کے دل میں خیال آیا لہ ہائے اللہ! یہ
چوہے کتنے غیرت والے ہیں جو پیٹ میں ناتھ رہے ہیں اور میں اسٹچ پر سب کے سامنے
ناچتی ہوں۔ مانا کہ بھوک انسان سے بہت کچھ کروا دیتی ہے۔ انسان انسان کو قتل کر دیتا
ہے۔ ایک سپاہی پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے ہی چورا ہے پر ناتھ رہا ہوتا ہے۔

ناچنا ہماری خصلت میں شامل ہے۔ ایک کامیاب قلمی او اکارہ وہی ثابت ہوئی ہے جو ناچنا
بھی جانتی ہو ورنہ "ناتھ نہ جانے قلم فلاپ" اور ناچنے کے ساتھ نچانا بھی ایک فن ہے۔
کامیاب یہوی وہی ثابت ہو سکتی ہے۔

ہواںگلی کے اشارے پر شوہر کو نچا سکتی ہو۔ کہتے ہیں انسان نے یہ فن جانوروں کو منتقل کر
دیا ہے۔ ہارس اینڈ کھیل شو میں آپ نے جانوروں کو ناچنے دیکھا ہو گا۔ یہ انسان کی
سمحت کا اثر ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ بری صحبت سے بچنا چاہئے۔ بعض لوگوں کو یہ

خوش بھی لائق ہے کہ جسم سارث رکھتے کے لئے ناچتا مطید ہے سور کی نانگیں اس کا ہیں
بُوْت ہیں۔

بیوٹی پارلر سے براہ راست

ہم آپ کو بیوٹی پارلر لیئے چلتے ہیں۔ جہاں ایک (دسم جس نے شوہر کے ساتھ کشی
لی ہے) کو دسم بنانے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اکھاڑے میں اترنے والی کھلاڑی کیسی
ہے؟ اس کی تفصیل جاننے کے لئے آپ ایک ایسے مکان کا نقشہ ذہن نشین کر لیں جس
کی کوئی اینٹ تو باہر کی طرف نکلی ہو اور کوئی اینٹ اندر کی طرف دھنسی ہوئی ہو یا
گارہ ایسے بہر رہا ہو جیسے سکول کے بچے کی ناک بہر رہی ہو۔ تو ایسے مکان کو پلٹسٹر کرنا اور
بہر پینٹ کرنا کافی وقت طلب اور کٹھن مرحلہ ہے۔

بیوٹی پارلر بھی کچھ اسی قسم کے مسئلے سے دو چار ہے کیونکہ
لڑکی کالی ہے

کس اس والی ہے

گال بچکے ہیں	ہوتھ موٹے ہیں
مقدار کھوٹے ہیں	
ویر صدقے ہیں	

ماں کا اصرار ہے کہ میری بیٹی کو دسم بنایا جائے۔ لیکن لڑکی کی بناوٹ دیکھ کر بیوٹی پارلر
اس بات پر اڑی ہوئی ہے کہ اسے دلھا بنانے میں زیادہ آسانی رہے گی۔ دونوں میں یہی
بجٹ و بھگرار ہو رہی تھی کہ لڑکے والوں کی طرف سے پیغام آگیا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے
لڑکی کو دسم بنانے کے لئے تیار کیا جائے۔ ورنہ تاخیر کی صورت میں دلھا میاں کی شادی کی
عمر گزر جائے گی جو ابھی پچاس (50) سے تجاوز کرنے والی ہے۔

عجیب اتفاق

میں اور میرا دوست شہباز جملہ کے پل پر مل رہے تھے، جب ہم دونوں پل کے وسط تک پہنچے تو شہباز نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یا ر تم جانتے ہو۔ پچھلے سال یہ پل گر گیا تھا۔ میں نے کہا! جی ہاں پل گرنے کی خبر تقریباً تمام اخبارات نے شائع کی تھی اور P.T.V. کے خبرنامہ میں بھی دو روز تک اس پل کے متعلق آتا رہا پھر اس نے سرد آہ بھر کر کہا جب یہ پل ٹوٹا تھا۔

ٹھیک اسی سال، اسی ماہ، اسی دن میری منگنی بھی ٹوٹی تھی۔ میں نے کہا عجیب اتفاق ہے پل ٹوٹنے کا منگنی ٹوٹنے سے کیا تعلق۔

اس نے کہا بہت گمرا تعلق ہے۔ میرے دوست جس دن میری یارات لاہور جانی تھی۔ ٹھیک اسی دن ہمیں راستے میں معلوم ہوا کہ پل ٹوٹ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یارات لاہور نہ چاکلی کیونکہ ہمارے سامنے کوئی تبادل راستہ بھی نہ تھا لیکن لڑکی والوں کے سامنے بہت سے تبادل راستے تھے انہوں نے شام چار بجے تک یارات کا انتظار کیا اور اس کے بعد اپنی بیٹی کی منگنی مجھ سے توڑ کر اسی دن اپنے ایک اور رشتہ دار کے ساتھ کر دی اور اسے رخصت کر دیا۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی تھی میں نے اپنے غم زدہ دوست کو تسلی دی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ میں اپنے دوست کی شادی اب ایسے شر میں کراؤں گا جہاں راستے میں کوئی پل نہ آتا ہو۔

آجھل میں اپنے اسی دوست کا پل پل انتظار کرتا ہوں۔

دودھ

دودھ کو قدرت نے شروع ہی سے سفید رنگ و روپ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کبھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوا۔

دودھ کے دانت بھی ہوتے ہیں جو ہماری بینگ لائس کی طرح کچھ زیادہ مضبوط نہیں ہوتے اور یکے بعد دیگرے گرتے رہتے ہیں۔

- دودھ سے مکھن بھی بنایا جاتا ہے جو مختلف تم کے کام نکلوانے کے لئے مناسب موقعوں پر لگایا جاتا ہے۔

- ویسے تو گائے اور بھیس بہت زیادہ دودھ دیتی ہے لیکن ہمارے ہاں گواہاں سے بھی زیادہ دودھ دیتا ہے۔

فرہاد نے جذبات میں آگراپی شیریں کے لئے پہاڑ سے دودھ کی نہر نکالی تھی۔ لیکن اگر وہ عقل مند ہوتا تو ایک دو بھینیں اسے خرید کر دے دیتا۔ اس طرح نہر کھونے میں اسے جو محنت کرنی پڑی تھی اس سے فتح جاتا اور شیریں بھی خوش ہو جاتی۔

حال ہی میں حکومت نے بھینوں پر بھی لیکس لگا دیا ہے۔ لیکن گواہوں نے یہ بات بھینوں سے پوشیدہ رکھی ہوئی ہے اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر بھینوں کو لگ پائیں "کہ ان پر 100 روپے سالانہ کے حساب سے لیکس لگا ہے تو کیس اس غم میں ان کا دودھ ہی نہ سوکھ جائے۔"

اپنے پاؤں پر خود کھماڑی مارنا

میں تمہارا خون پی جاؤں گا، یہ ایسی دھمکی ہے جس کا مچھروں کی طرف سے انسانوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مانا کرنا خون کرنا انسانوں کا کھیل ہے۔ لیکن خون پینا مچھروں کا پسندیدہ مشغله ہے۔ ہم تو صرف غصے میں خون کے گھوٹ پیتے ہیں۔ مگر وہ اصلی اور غالباً خون پیتے ہیں۔ مچھروں سے بچاؤ کے لئے ہم بہت سی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہیں میری تو عادت گئی ہے کہ میں بھیشہ مچھردانی کے اندر سوتا ہوں۔ ایک رات میں اپنی مچھردانی میں سویا ہوا تھا۔ حالانکہ مچھردانی کے باہر ایک تختی آویزاں تھی۔ جس پر لکھا تھا "مچھروں کا داخلہ منع ہے" لیکن پھر بھی ایک مچھر چور دروازے سے چختا چلا تا اندر آگھا۔ وہ شاید چٹا ان پڑھ تھا کیونکہ اگر وہ لکھا، پڑھا یا بو ہوتا تو تختی پر لکھی عبارت پڑھ کر واپسی کی راہ لیتا۔ یہاں میں آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ حیوانات و حشرات میں صرف چوہوں کا طبقہ ہی پڑھا لکھا ہے جن کے پاس اتنی تعلیم ہے کہ وہ مل وغیرہ بن سکتے ہیں۔ لیکن مچھروں کے لئے بھی تعلیم کے دروازے کھلے ہیں اور اگر ان پر تعلیم کے دروازے بند بھی کر دیئے جائیں تو بھی وہ چھوٹے سے سوراخ سے کلاس میں آسکتے ہیں۔ پیریٹ لگا سکتے ہیں۔ لیکھر سن سکتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ایک اچھا اسنڈوڈنٹ کملوا سکتے ہیں۔

میرے بستر پر آنے والا مذکورہ بالا مچھران پڑھ ہی سی لیکن وہ آداب سے خوب آشنا تھا۔ سب سے پہلے دبے پاؤں آگر اس نے میرے پاؤں کو چھوٹا پھر ہاتھوں کو چوما اس کے بعد میرے منہ پر بوسہ دینے کے لئے اپنا منہ قریب لایا۔ اب اگر میں چاہتا تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ لیتا یا مکھ موز لیتا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مچھر کو بوسہ لینے دیا۔ کیونکہ میں اس نسبتی جان کا دل تو زنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہ سوچنے

بھی بھور ہو جائے کہ انسان کتنے مغرور ہوتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ وہ میرے بارے میں اچھا تاثر لے کر جائے اور جب اپنی برادری کے سامنے انسانوں کا ذکر کرے تو اچھے الفاظ میں کرے۔

ویسے تو قدرت نے پھر کی آواز اتنی بلند رکھی ہے جسے انسانی کان برداشت کر سکے۔ لیکن جس پھر کے ساتھ میرا واسطہ پر اس کی آواز کچھ زیادہ ہی تیز تھی۔ میرا خیال ہے اس کا سائی لینسر (Silencer) پھٹا ہوا تھا، میں کانوں میں انگلیاں بھی نہیں ٹھونس سکتا تھا۔ کہ کمیں آنے والا۔

سمان پھر مانند (Mind) ہی نہ کر جائے۔

میں پھر دانی کا پردہ اٹھا کر اسے دونوں کانوں سے کپڑ کر باہر بھی نکال سکتا تھا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ جس طرح صابن دانی میں صابن ہوتا ہے اور نمک دانی میں نمک ہوتا ہے اسی طرح پھر دانی میں بھی پھر ہونا چاہئے میں نے اس کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اسے سوری (Sorry) کہتا ہوا پھر دانی سے باہر کھک آیا۔

کمرہ امتحان

کمرہ امتحان میں جو لڑکے پیپر دینے آتے ہیں انکو ہم تمن گروپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا گروپ ان لڑکوں سے تعلق رکھتا ہے جو خوب تیاری کر کے آتے ہیں۔ اور اپنے سبق کی یاد و حانی کے لئے دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ ان کو اپنی محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔ یہ بعد میں ڈاکٹر انجینئر اور پروفیسر بن کر ملک کی خدمت کرتے ہیں۔

جبکہ دوسرا گروپ ایسے لڑکوں پر مشتمل ہے جن میں زیادہ تر کھلاڑی یا امیروں کے بچے ہوتے ہیں۔ یہ کمرہ امتحان میں رنگ برلنے لباس کے ساتھ آتے ہیں۔ جیسے شادی پر آئے ہوں۔ ان میں اکثر لڑکے کاغذ، قلم کے بغیر ہی وارد ہوتے ہیں۔ اور

ہوسن ہے تو لڑتا ہے بے تنقی سپاہی

کی مثال نظر آرہے ہوتے ہیں۔ جیسے ہی یہ پیپر کا ذیدار کرتے ہیں ان کا پورا جسم پینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ جس سے پورے سال کا بخار فوراً اتر جاتا ہے۔ ایسے لڑکے دو یا تمن سوال ہی کرپاتے ہیں اور تیسرا پوزشن لے کر خوشی سے پھولے نہیں سلتے۔ انہیں بہت زیادہ پیاس لگتی ہے۔ اور پیشتاب بھی کثرت سے آتا ہے۔

یہ آدھا وقت کمرہ امتحان میں اور آدھا غسل خانے میں گزارتے ہیں۔ ان کی کھوپڑی عقل سے خالی اور جیسیں نقل سے بھری ہوتی ہیں۔ یہ لڑکے بعد میں اسی اسکول یا کالج کے گیٹ کے سامنے ریڑھی لگا لیتے ہیں اور فالودہ، قلفی یا نھنڈا مشروب وغیرہ بج کر اپنے جذبات نھنڈے کرتے رہتے ہیں۔

تیسرا گروپ ان لڑکوں کا ہے جو تک بازی کے ماہرمانے جاتے ہیں انکا کام آنر شیٹ (Answer Sheet) کا منہ کالا کرنا ہی ہوتا ہے۔ یہ بعد میں کچھ اور بیس یا نہ بیس لیکن شاعر بن کر اپنی کوئی نظم اپنی کسی دو شیزہ کو سنانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ غصے کے ساتھ ”کالے منہ والا“ کہہ کر پاس سے گزر جاتی ہے۔

بیٹیوں میں پردے کی عادت ڈالنا اچھی بات ہے۔ لیکن یہ بہت ہی نازک کلیاں ہوتی ہیں۔ انہیں پیار سے سمجھانا چاہئے۔ میرے لکینک میں ایک خبر و لڑکی آئی جو بمشکل سولہ سترہ سال کی ہو گی۔ میں نے اس کا چیک اپ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے کان کا پردہ پھٹ پکا ہے۔ میں نے لڑکی سے پوچھا کہ ایسا کیوں گھر ہوا؟ وہ کہنے لگی یہ پردے کی بات ہے۔ میں سب کے سامنے نہیں کہہ سکتی۔ میں نے جلدی جلدی دوسرے مریضوں کو چیک کیا اور جب سب مریض دیکھ لئے تو میں نے اپنا سوال دو ہر ایسا اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کھڑکی کا پردہ بھی گرا دیا اور جب وہ ہر طرف سے مطمئن ہو گئی تو آہوں اور سکیوں کے ساتھ یوں گویا ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب بات تو پردے کی ہے لیکن چونکہ ایک ڈاکٹر اور مریض کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ اس لئے میں بتائے دیتی ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ایک دن میرے ابو کے دوست آئے ہوئے تھے میں ان کے سامنے شخصی بچیوں کی طرح پھرتی رہی اور جب وہ چلے گئے تو بعد میں ابو نے مجھے ڈانٹ پلانی کر اب تم بچی نہیں رہی ہو پردہ کیا کرو۔ یہ الفاظ تو اتنے سخت نہ تھے لیکن ابو کی آواز البتہ ضرور گرج دار تھی جس سے میرے کان کا پردہ پھٹ گیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی مجھے پردہ کی اہمیت کا احساس ہوا۔

سائنس کا کرشنہ

شبو کی رخصتی کے بعد اس کی ماں اپنے شوہر کے ساتھ نوک جھونک کرتی رہتی ہے۔ کہ ہم نے پوری پچاس دلیگیں پکائیں اور پھر بھی براتی بھوکے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دلمن کی سیلیوں کے لئے کھانا ہوٹل سے منگوانا پڑا۔ پانیس پچاس دلیگیں کدھر گئیں۔ زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ وہ بولے چلی جا رہی تھی۔ فرhan میاں نے بات کاشتے ہوئے کہا! ہم نے پچاس دلیگیں پکا کر کونسا تیر مارا ہے آج کل اتنی دلیگیں تو لوگ منگلی اور نکاح کی رسماں پر پکا دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ تو اچھا ہوا کہ ہماری شبو کا نکاح ٹیلی فون پر ہی ہو گیا تھا کیونکہ لا کا اس وقت امریکہ میں تھا۔ اس پر بیگم کچھ سخنڈی پڑ جاتی ہے اور کہتی ہے! ہاں فرhan میاں بات تو تم ٹھیک ہی کہتے ہو لیکن یہ سب کچھ سائنس کی ترقی ہی کی بدولت ہوا۔ میں تو دن رات دعائیں مانگوں گی کہ سائنس اتنی ترقی کرے، اتنی ترقی کرے کہ اب رخصتی بھی ٹیلی فون پر ہی ہو جایا کرے۔

عمر اور تختواہ چھپائے نہیں چھپتی

کسی عورت کی صحیح عمر معلوم کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اور یہ کام اس وقت اور بھی کھٹائی میں پڑ جاتا ہے جبکہ عورت زندہ ہو۔ یہ بات سو فتحہ صحیح ہے کہ عورت اپنی عمر چھپاتی ہے اور مرد تختواہ۔

لیکن عورت اپنی عمر چھپانے کے لئے میک اپ کا سارا لیتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کی

آدمی تختواہ میک آپ کا سامان خریدنے پر خرچ کر دیتی ہے اور باقی آدمی تختواہ سے بمشکل ممینہ کتنا ہے۔ ایک مرد اپنی تختواہ چھپاتا ہے تو اس میں مصلحت ہوتی ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اگر ساری تختواہ یوں کے ہاتھ تھما دی تو وہ میک اپ کا سامان ہی خریدے گی۔ لیکن جب ایک عورت عمر چھپاتی ہے تو اس وقت کوئی مصلحت سامنے ہوتی ہے؟

ایک دفعہ میری یوں کی بہت ہی قریبی سیلی آئی یہ دونوں آپس میں بہت پیار کرتی ہیں۔ کسی بات پر اس نے میری سیلی سے کہا! اللہ کرے تجھے میری بھی عمر لگ جائے۔

جب یہ آواز میرے کانوں میں پڑی تو میں نے کہا! بھاولی آپ انسیں یہ دعا دے کر ان کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کر رہیں۔ کیونکہ یہ پہلے ہی اپنی عمر چھپا رہی ہیں اور اس کام کے لئے میں اپنی آدمی تختواہ وقف کر چکا ہوں۔

میں میک اپ کے بالکل ہی خلاف نہیں۔ بہتے میں ایک دو بار میک اپ کرنا چاہئے اس کے علاوہ بیاہ شادی کی تقریبات میں شرکت کرنے کے لئے عورتیں بلکہ میک اپ کر

سکتی ہیں۔ لیکن روزانہ کامیک اپ نقصان کا باعث بنتا ہے۔

میں آپکو ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ میرے ایک دوست کی بیوی بے تھا شہر میک اپ کرتی تھی۔ کیونکہ میرا دوست متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا اور اپنی بیوی سے بے اتنا محبت کرتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کو اس طرح منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ کہیں اس کا دل ہی نہ ثوٹ جائے۔ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اس نے جھوٹ موت اپنی بیوی سے کہا۔ بیگم ایک حادثے میں میری آنکھوں کی بینائی چلی گئی ہے۔

اب میں تمہیں دیکھنے نہیں سکوں گا۔ بیگم تم جانتی ہی ہو ہر عورت اپنے شوہر کے لئے بنتی سنورتی ہے۔ لہذا تم اب میک اپ نہیں کرو گی۔ کیونکہ تمہیں دیکھنے والا تمہیں دیکھنے سے محروم ہو گیا ہے۔ وفادار بیوی نے شوہر کی رضا پر سرتسلیم ختم کر دیا۔

لیکن جب میرے دوست کی بیوی نے متواتر چار، پانچ دن میک اپ نہ کیا تو اس کے بعد جو رنگ و روپ اس نے نکلا اسے دیکھ کر میرا دوست بیج بیج انداھا اور پاگل ہو گیا ہے۔

اپنے دوست کے واقعے سے میں نے سبق سیکھا ہے اور اپنی بیوی کو میک اپ کرنے سے زیادہ منع نہیں کرتا۔“

ہستا ہوا خط

پیارے دوست

السلام و علیکم

کے بعد عرض ہے کہ میں ایر جنپی وارڈ میں بالکل خیریت سے ہوں تم اپنی خیریت سے آگاہ کرو۔

عرضہ دراز ہوا تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ جس طرح پاکستان رلوے اکٹریٹ آتی ہے۔ تمہارے خط بھی دیرے سے ملتے ہیں۔ تمہاری یاد میرے دل میں اس طرح رہتی ہے جس طرح بھلی کی لوڈ شینڈنگ کئی کئی لکھنے رہتی ہے۔ تمہاری خواہش کے مطابق کچی ہنسی سے خط لکھ رہا ہوں تم رہد سے مٹا کر اس کا نقد پر جواب لکھ دینا۔ یعنی ایسٹ کا جواب پھر سے وناورنہ میں سمجھوں گا تمہارا کوئی جواب ہی نہیں۔

اگر تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں تو بے رنگ ہی لکھ دیا کرو میں رنگ اپنی مرضی سے بھر لیا کروں گا۔ لیکن میں تم کو کبھی بے رنگ نہیں لکھوں گا۔ کہیں بے رنگ خط پا کر تمہارا رنگ ہی نہ اڑ جائے۔

تم واقعی بہت خوش قسمت ہو، کالج کے پرانے دوست تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ اب ان کے نام کیا ہتاوں تم تو جانتے ہی ہو۔ جن جن سے تم نے قرض لے رکھا ہے۔

تم میرے خط سے کیڑے نکانے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ تمہیں ناکامی ہو گی کیونکہ میں نے خط لکھنے سے پہلے لیٹر پیڈ (Letter Pad) پر اچھی طرح سے کیڑے مار دوا کا اپرے کر دیا ہے۔ اگر خط لکھنے میں کوئی بھول بھیاں ہو گئیں تو میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم مانگنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اللہ امیں آخر میں اہارت بھی نہیں مانگوں گا۔

پیار کا پیاسا خاوند

میری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں۔ ان دو سالوں میں دو بچے بھی ہو گئے ہیں لیکن اس طویل مدت میں (طویل مدت اس لئے کہ رہا ہوں کہ شاید کنواروں کے لئے یہ دو سال ہی ہوں لیکن شادی شدہ لوگوں کے لئے یہ دو سال بھی پہاڑ لگتے ہیں) جہاں میں اپنی بیوی کی کھا رہا ہوں وہاں میں یہ پھکی بھی کھا رہا ہوں کہ وہ مجھے سے پیار کرتی ہے۔ میں پیار کے بد لے پیار کا خواہش مند ہوں لیکن وہ پیار کے بد لے روٹی پر ٹال دیتی ہے۔ جب کبھی میں بیمار پڑتا ہوں وہ مجھے زبردستی دوا پلاتی ہے۔ اللہ سے میری جلد صحت یابی کے لئے دعائیں مانگتی ہے اور میں بستر پر پڑا اس خوش بخشی میں جلا ہو جاتا ہوں کہ رخشندہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔ مجھے کس قدر چاہتی ہے۔ میرے لئے کتنی پریشان رہتی ہے۔ مگر مجھ بھولے کو کیا معلوم کہ اس حمارداری کے پیچھے کیا مقصد ہے۔ یہی ناکہ اگر میں بستر پر پڑ گیا تو اس کی مٹھی پر کون پیسے لا کر دھرے گا۔ میرے بغیر گھر کا چولما رخشد اپڑ جائے گا۔

ابھی چھپتے ہی دنوں مجھے ایک کام کے سلسلے میں دوسرے شر جانا پڑا رخصت کے وقت میں نے اپنے دونوں بچوں کو باری باری سینے سے لگایا اور انہیں پیار کیا۔ پھر میں نے رخشندہ کی طرف دیکھا۔ خلاف توقع اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ میرے اندر خوشی سے لذو پھونٹنے لگے کہ چلو زندگی کے کسی موڑ پر تو اس کے دل میں میرے لئے محبت کی کلی کھل اٹھی ہے۔

اب وہ رت آئی کہ جس میں پیار کے بد لے پیار کی خواہش ہوئی
بہت زیادہ نہ سی آٹے میں نمک کے برابر ہی سی۔ میں نے رخشندہ کے آنسو پوچھے اور اسے تسلی دی کہ مجھے دوسرے شر کچھ ضروری کام بٹانے میں۔ انشاء اللہ اب میں جلد

اوٹے کی کوشش کروں گا۔ پہلے تو میں ریل پر جا رہا تھا۔ لیکن اب جہاز پر ہی سفر کروں گا۔
کیونکہ اب میں زیادہ عرصہ تم سے جدا نہیں رہ سکتا مجھ سے تمہاری آنکھ میں یہ آنسو
دیکھئے نہیں جاتے۔

اس طرح آنسو بہانے سے تمہارا میک اپ اتر جائے گا اور تمہارا یہ دیوانہ جیتے جی قبر میں
اتر جائے گا۔

پلیز رخشندہ اپنے آنسو پوچھو۔ مجھے اس طرح تور خست نہ کرو تمہیں یوں دیکھ کر بچوں
کے دل پر کیا جیتے گی۔ میں نے کہا سنو میں جلد لوٹ آؤں گا۔

لیکن اس وقت مجھے ایسا لگا جیسے میرے پاؤں سے زمین نکل گئی ہو۔ میں ہر بار کی طرح اب
بھی دھوکا کھا گیا۔ مجھے اپنی ساعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ رخشندہ کہہ رہی تھی؟
کوئی ضرورت نہیں ہوا تھی جہاز سے سفر کرنے کی بلکہ تم ریل گاڑی پر بھی شہ جاؤ۔
تالگے پر نجکوں، نجکوں کرتے جاؤ اور جب مرضی ہوئی تو واپس آنا۔ میں تمہارے
آنے تک بچوں کو لے کر میکے جا رہی ہوں۔

اور سنو!

میری آنکھوں میں تمہارے لئے نہ خوشی کے آنسو ہیں اور نہ غمی کے، میں تو پیاز کاٹ کر
آ رہی تھی”

میں نے سوچا جب تم باہر نکل جاؤ تو دروازے کو اچھی طرح سے کنڈی لگا دوں تاکہ بچے
باہر نہ نکل جائیں۔

نیند اور شیطان

کہتے ہیں نیندر تے سول تے دی آ جاندی ایسے،

لیکن نیند آنے میں شیطان کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ اگر رات کو T.V پر کوئی فلم آرہی ہو۔ تو آپ رات گیارہ بجے تک پسلے تو فلم لگنے کا انتظار کریں گے اور پھر مزید تین گھنٹے پوری فلم دیکھنے میں گزاریں گے۔ آپ کو اونگھے تک نہیں آئے گی۔ آپ پلکیں بھپکے بغیر پوری فلم دیکھ لیں گے۔ اپنے آپ کو پوری طرح 'الرث' رکھنے کے لئے ہرونقے کے ساتھ چائے کی چسکیاں بھی لیتے رہیں گے۔ جب تک The End، لکھا ہوا سکرین پر نہ آجائے آپ کو فلم کے ختم ہونے کا یقین ہی نہیں آئے گا۔ یعنی آپ فلم دیکھنے میں اس قدر غرق ہو جائیں گے کہ آپ کا بیراہی غرق ہو جائے گا۔

"The end" آتے ہی آپ پسلے تو باٹھ روم (Bath Room) کی طرف بھاگ جائیں گے کیونکہ چائے اس وقت تک ہضم ہو چکی ہو گی اور فلم کے (End) کے ساتھ ساتھ قوت برداشت بھی (End) تک پہنچ چکی ہو گی۔ اس کے فوراً بعد آپ آنکھیں ملتے ملتے بستر پر سو جائیں گے اور صبح ہاتھ ملتے ملتے انٹھ جائیں گے کیونکہ آپ دفتر سے لیت ہو چکے ہوں گے۔

پھر آپ نہ صرف شیطان العین کو برا بھلا کیں گے۔

بلکہ ساتھ اپنے آپ کو بھی کوستے رہیں گے کہ کاش رات کو شیطان اکیلے ہی بیٹھ کر فلم سے لطف اندوز ہو لیتا، اپنے ساتھ ہمیں بھی جگا کر خواہ مخواہ مردا دیا۔

لیکن

"اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں جگ گئیں کھیت"

میں اور کبیر

میں اور کبیر آپس میں بچا زاد تھے۔ ہماری پیدائش میں صرف تین منٹ کا وقفہ تھا۔

کبیر مجھ سے تین منٹ بڑا تھا۔

یہ تین منٹ کا وقفہ ہے تو بڑا مختصر لیکن اس سے فائدہ اٹھا کر ہمارے دادا نے میرا نام صغير اور دوسرے کا کبیر رکھ دیا۔ کبیر نہ صرف نام کا کبیر تھا۔ بلکہ اس کی تمام علوتیں امیر اور والی تھیں۔

بچپن میں ہمیں مٹی کھانے کی لست پڑ گئی تھی۔ میں ہاتھ سے مٹی کھاتا اور کبیر بچ سے کھا کر مجھ پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔ یا کبھی کبھی میں کوئی ایسی بات کر جاتا تو وہ مجھے یاد دلا ماسک تجھ سے تین منٹ بڑا ہوں۔

مٹی کھانے کی وجہ سے ہمارے باہر جانے پر پابندی لگ گئی۔ گھروالے ہمیں ہر وقت انظرلوں میں رکھتے۔ لیکن جب بھی ہمیں موقع ملتا ہم صحنِ اکھاڑا اکھاڑ کر مٹی نکالتے اور پھر مزے لے لے کر کھاتے۔ ہماری مٹی کھانے کی رفتار دیکھ کر دادا جی نے بھشن گوئی کی تھی کہ اگر ان دونوں کی مٹی کی رفتار یہی رہی تو چند ہی دنوں میں یہ صحنِ تالاپ میں تبدیل ہو جائے گا۔

دادا جب کبھی شر جاتے تو بہت سارا فroot لے کر لوٹتے۔ جب ہم پچھڑے میں سیب مالٹے اور کیلے کی چھلیاں تو دیکھتے لیکن مٹی کی ڈلیاں نہ دیکھتے تو غصے سے سارا فroot چار پانیوں کے نیچے ادھر ادھر پھینک دیتے۔

مٹی ہماری سرخوب غذا تھی۔ اگر اس وقت ہمارے کان میں یہ بات ڈال دی جاتی کہ انسان بھی مٹی سے بنا ہے۔ تو ہم آدم ذاون ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے آدم خور بھی ہوتے۔

ہم دونوں کے پیٹ مٹی کھانے سے بڑھ چکے تھے۔ اور اگر کسی اجنبی کی نظریں ہم پر پڑتیں تو وہ یہی خیال کرتا کہ یہ دونوں بچے کسی کھاتے پیتے گرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک دن دادا ہمیں ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ اور ڈاکٹر کو بتایا کہ ان دونوں نے اب صحن کو اکھاڑا اکھاڑ کر مٹی کھانی شروع کر دی ہے آپ ان کے لئے کوئی ایسی دوا تجویز کریں جس سے ان کی مٹی کھانے کی عادت چھوٹ جائے۔ لیکن ڈاکٹر نے اکٹھاف کیا کہ اس مرض کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے پاس اس کا علاج ہے آپ صحن اور کمروں میں چیس ڈلوا لیں۔

"نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"

اس کے باوجود کہ یہ ایک منگا ترین طریقہ علاج تھا۔ لیکن دادا نے ایسا کر دکھایا۔ لیکن اگر ڈاکٹر صاحب مٹی چھڑانے کا یہ طریقہ کسی غریب باپ کے بیٹے کے لئے بتاتے تو جب تک اس کا باپ گھر کا فرش پکا کرتا اس کا بیٹا بچپن سے گزر چکا ہوتا۔ اور خود بخود یہ عادت چھوڑ چکا ہوتا۔ خیر مٹی پاؤ

میں اور کبیر جس دن کوئی شarat نہ کرتے تھے وہ دن بور گزرتا ایک دن کبیر نے فاختہ کے پھوٹ کو مار دیا اور قتل میرے ذمہ لگا دیا۔ عدالت کے کثیرے میں "میں دادا کے سامنے بطور مجرم کھڑا تھا۔ اور کبیر چشم دید گواہ پیش ہوا تھا۔

میں نے دادا کو یقین دلایا کہ دادا جی! یہ گناہ صغیرہ نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ دادا جی سمجھ گئے کہ میں اشارہ کبیر کی طرف کر رہا ہوں انہوں نے کبیر کو سزا دی۔ میرا بچپن گاؤں میں کبیر کے ساتھ گزرا تھا میرے والد پتوں کے آرمی میں تھے اور ان کی پوسٹنگ لاہور ہو گئی اس لئے میں بھی اپنے والدین کے ساتھ لاہور آگیا۔ اب گاؤں میں کسی تمنی خوشی کے موقع پر ہی آتا ہوتا تھا۔ یا پھر گریسوں کی چھیبوں میں گاؤں دیکھنے جاتا اور اپنے بچپن کی

پاہیں تمازہ کرتا۔

حالہ ہائیوں میں جب گاؤں گیا تو کیر کو ساتھ لے کر گھومنے لگا کیر بالکل بھی نہیں بدلا تھا۔ دیے کا ویسا ہی شر تھا۔ اس نے اپنے چند دوستوں سے ملوایا۔ جن میں صرف نازک کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ مجھ سے کہنے لگا کہ میرے ساتھ اتنی لڑکیاں فٹ ہیں کہ اگر ایک اور ہو جائے تو میری فرشتی ہو جائے تو میں اسے سمجھانے لگا کہ یار محبت ایک سے کرنی چاہئے اور بعد میں اسی کو اپنی بیوی بنانا چاہئے۔

ہائیوں اور سینھریوں کے چمکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔

قبولیت کی گھری

رات گھر دیر سے آنا اس کا معمول بن گیا تھا۔ جب تک وہ شر کے سارے سینما گھروں کی خاک چھان نہ لیتا گھرنہ لوٹا ماں، باب، بن بھائی بھی اس کی ان حرکتوں سے سخت نالاں تھے ایک دفعہ حب معمول آدمی رات کو اس نے دروازے پر دستک دی گھر والے سوچکے تھے۔ مگر اس کی ماں ابھی تک جاگ رہی تھی ماں نے دروازہ کھولا اور اپنے بیٹے پر نظر ڈھتے ہی دامن پھیلا کر کہا! ”بیٹا تمہاری شادی ائمہ ہوش کے ساتھ ہو جو تمہیں ہوا تی سفر کے علاوہ زندگی کے سفر میں بھی باندھ کر رکھے۔“ شاید وہ قبولیت کی گھری تھی۔ میرے دوست کو ماں کی دعالگ گئی۔ اور اس کی شادی واقعی ہی ائمہ ہوش کے ساتھ ہو گئی شادی سے پہلے ہم تقریبات وغیرہ پر اکٹھے ہو جاتے تھے۔ لیکن اب خاندان میں جو تقریبات ہوتیں ہیں۔ صرف اس کی بیوی ہی اپنے ڈرائیور کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔ میرے دوست کی آزادی سلب ہو چکی ہے۔

اب میں بھی گھر سے دور جہاں کہیں بھی جاتا ہوں میری کوشش ہوتی ہے کہ شام ہونے سے پہلے پہلے گھر پہنچ جایا کروں۔ کہیں میری ماں بھی مجھے آوارہ لڑکا سمجھ کر کوئی ایسی ہی دعا نہ دے دے۔

پنڈوان ٹربل

ایک دہماتی اپنے بیٹے کے گھر جاتا ہے۔ شر کا ماحول تو آپ جانتے ہی ہیں۔ نگ و تاریک کرے اور پھر اورپ سے چھروں کی بہتات، وہ رات اس نے خدا خدا کر کے کافی۔ نے مہمان کا چھروں نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اس کے ماتھے اور پاؤں پر خوب ہوئے دیئے۔ اس رات چھروں نے گھر کے دوسرے افراد کو بالکل لفٹ نہ کرائی۔ رات کے آخری حصے میں اس بچارے کی ذرا آنکھ لگ گئی۔ دوسرے دن بیٹے نے ابا حضور کی چارپائی پٹھے کے نیچے بچا دی تاکہ چھر ابا سے کوسوں دور رہیں۔ اور ابا حضور چین سے سکیں۔ صبح ناشتے کی میز پر بیٹے نے پوچھا ابا آج رات کیسی گز ری۔ چھروں نے چھیڑ چھاڑ تو نہیں کی۔ ابا نے کہا میٹا کل رات کے پٹھے پھر تو ذرا آنکھ لگ گئی تھی۔ لیکن آج ساری رات جاگتے گز ری ہے۔ چھروں نے تو کوئی چوں چڑاں نہیں کی۔ مگر جب بھی میری ذرا آنکھ لگنے والی ہوتی میں دوبارہ اس خوف سے چونک جاتا کہ کہیں پنکھا مجھ پر ہی نہ آ گرے۔

گدھے

کہتے ہیں بیٹی مال، باپ پر بوجھ ہوتی ہے۔ اس حقیقت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے دونوں کے لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ وہ جلد از جلد اس بوجھ سے دست بردار ہونے کے لئے کسی ایسے گدھے کا انتخاب کر لیں جو خاندانی ہو۔ بعض گدھے ایک ہی گھڑی اٹھاتے ہیں اور جلد ہی تھک جاتے ہیں اور گھڑی اتار کر ہی وہ سکھ کا سانس لیتے ہیں۔ پتہ نہیں وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیں تو ایسے گدھوں کو گدھا کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔

یقین جانیجے ہم نے ایسے گدھے بھی دیکھے ہیں جو بہ یک وقت کئی کئی گھڑیاں اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور پھر بھی ان کی تمنا ہوتی ہے کہ ایک گھڑی اور ہو تو کیا ہی اچھا ہو۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے آپ کس قسم کے گدھے کا انتخاب کرتے ہیں۔ لیکن انتخاب ایسا کچھ گاکہ ہم آپ کے انتخاب کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں۔

پکی پکائی تازہ روٹی اسکیم

حکومت کو پتہ نہیں کیا سو جھی اس نے پکی پکائی تازہ روٹی کی اسکیم نکال دی۔ مگر اس اسکیم سے عورت ذات بہت متاثر ہوئی۔ غیر شادی شدہ عورتوں کو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ جب سے یہ اسکیم نکلی ہے مرد حضرات نے شادیاں کرنی چھوڑ دی ہیں۔ جب کہ شادی شدہ عورتوں کو شکایت ہے کہ پہلے جب ہم روٹھ کر میکے جاتیں تھیں تو دوسرے دن ہی میاں منا کر لے جاتے تھے اور اب مردوں کو پکی پکائی تازہ روٹی جو مل رہی ہے اب انہیں کیا ضرورت ہے ہمارے ناز خرے اٹھانے کی اس لئے ہماری حکومت سے اپیل ہے وہ اس یک طرفہ اسکیم کو فی الفور ختم کرے اور عورتوں کا مستقبل تاریک ہونے سے بچائے۔



ایک وزیر سے میں نے پوچھا کہ یہ کاریں کو تھیاں اور بیٹھلے کماں سے آگئے۔
وزیر نے کہا کہ یہ سب چیزیں اللہ نے اپنے خزانے سے دی ہیں۔

میں نے پوچھا کہ اگر یہ سب چیزیں اللہ نے اپنے خزانے سے دی ہیں تو پھر حکومت کا
خزانہ کیسے خالی ہو گیا۔ اس پر وزیر موصوف لا جواب ہو گئے

ماحول کی آلووگی

”ابیرن زندگی“

جس طرح ذیابیٹس کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں البتہ کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔ ماحول کی آلووگی کو بھی ہم سرے سے ختم نہیں کر سکتے لیکن اسے کم کیا جاسکتا ہے۔ جب نسل آدم شروع ہوئی تو اس وقت کسی کا دم نہیں گھٹتا تھا اور جبکہ نسل آدم ختم ہونے والی ہے۔ یعنی قیامت قریب ہے تو ہر اک کا دم گھٹ رہا ہے۔ اس کی وجہ بھی ہے کہ پہلے انسان ہاتھ پاؤں مارتا تھا۔ دوران سفر اس کے ہاتھ میں لگام اور پاؤں میں رقبائیں ہوتیں تھیں۔ اب مشینی دور ہے۔ اب اس کے ہاتھ میں ایکسٹریٹ اور پاؤں میں بریکیں آگئیں ہیں۔ ایسی صورت حال میں لازمی دھواں اٹھے گا اور ماحول آلووہ ہو گا۔

میں نے ماحول کے وزیر سے پوچھا کہ آلووگی ختم کرنے کے لئے آپ کی وزارت نے کیا کچھ کیا؟ تو کہنے لگے۔

”میں تو سوچ رہا ہوں کے تمام رکشا اور موڑیں اکٹھی کر کے انہیں آگ لگادی جائے۔ لیکن ان کی سوچ خود آلووگی کا شکار نظر آتی ہے۔ اب آپ ہی سوچیں آگ لگانے سے آلووگی پھیلے گی یا کم ہو گی۔“

وزارت ماحول نے حکومت کو آلووگی کم کرنے کے لئے جو تجاویز پیش کیں وہ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔

(1) سڑکوں پر کوئی گاڑی نظر نہیں آئی چاہئے۔

(2) فیکٹریاں بند کر دی جائیں

(3) ماحول کی آلووگی کو کم کرنے کے لئے پریس جام ہر تال کی جائے۔

(4) بڑے شہروں میں گدھا گاڑی کو متعارف کرایا جائے اور ہر 40 کلو میٹر کے

فاسطے پر پیروں پپ کے بجائے نائیٹ بنائے جائیں تاکہ سڑکیں گندی نہ ہوں۔

(5) ماحول کی آلووگی ختم کرنے کے لئے انسان کو کم از کم دو صدیاں پیچھے جانا پڑے گا۔

(6) مجالس میں دھواں دھار تقاریر کرے پر پابندی عائد کروی جائے۔ لیکن جماں غریب عوام اتنی قربانیاں دے وہاں افسران بالا کا فرض بتاتا ہے کہ وہ ماحول کی آلووگی کے خلاف عوام میں شور بیدار کرنے کے لئے سائیکل پر سفر کریں اور ویسے بھی لوگوں کو سائیکل پر ہی سفر کرنا چاہئے۔ کیونکہ سائیکل کے ساتھ موڑ ہو گی تو وہ موڑ سائیکل بن جائے گی جو دو نائزوں کے باوجود چار نائزوں والی کے مقابلے میں برابر دھواں چھوڑتی ہے۔

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ آج سے ہزاروں سال پیشتر زندگی کتنی خوبصورت ہو گی۔ نہ شور و غل نہ موڑوں کا دھواں لیکن اب تو زندگی عذاب بن گئی ہے۔ آب و ہوا آلووہ ہو گئی ہے۔

ایک دن بابا مجھ سے پوچھنے لگے جو کہ دمہ کے مریض ہیں اور رُست اور دھوئیں سے بہت زیادہ الرجک ہیں۔ بیٹا کیا جنت اور جنم قریب قریب ہوں گے یا فاسطے پر! تو میں نے کہا آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں ”تو کہنے لگے اس لئے کہ جنم میں تو آگ گلی ہی ہو گی لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا دھواں جنت کی طرف آرہا ہو۔ اور جنت کی قضا بھی آلووہ نہ ہو جائے۔

ماحول کو ہم نے خود آلووہ بنایا ہے۔ آج تک کسی جانور نے سگریٹ کا کش نہیں لگایا بندر نے کبھی نسوار نہیں ڈالی ہو گی جس طرح قطرہ قطرہ مل کر دریا ہو جاتا ہے اگر دنیا کے تمام تباکو نوش یہ سوچیں کہ وہ ایک دن میں جتنے سگریٹ پیتے ہیں اور ان کا دھواں

ہیلاتے ہیں اگر اس سارے دھوکیں کو جمع کر دیا جائے تو آسمان پر ایک سیاہ باول بنے ہائے۔

ہم ایک دن میں کتنی سالگرہیں مناتے ہیں۔ اور کتنی موسم بیان جلاتے ہیں۔ کبھی سوچا آپ نے اگر آپ اپنی 59 ویں سالگرہ منا پکے ہیں تو آئیے آج سے عمد کریں کہ اگلے سال آپ اپنی 60 ویں سالگرہ کے موقع پر بجائے سانحہ موسم بیان جلانے کے داث کا ایک بلب روشن کریں گے۔

شاپ کا استعمال بھی روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ جو ماحول میں آلودگی پیدا کرنے میں پیش چیز ہے۔

چیزوں کو دیکھیں مثہ میں اینج لے کر جا رہی ہوتی ہے۔ یہ چھوٹا مٹہ بڑی بات والی بات ہے۔

ایک چڑیا اپنی چوچی میں دانت تنکالا کر اڑ رہی ہوتی ہے۔ قصاب کی دوکان سے ایک کتا اپنے منہ میں چھپھڑے یا ہڈی ڈال کر لے جا رہا ہوتا ہے۔ لیکن اسی دوکان سے جب ہم ایک کلو گوشت لیتے ہیں تو ڈبل شاپنگ بیگ میں ڈلواتے ہیں۔ کہ کہیں ہمارے ہاتھوں سے خون نہ لگ جائے ان ہی یاتوں سے کبھی کبھی میرا خون کھول جاتا ہے کہ جب ایک جانور میں اتنی سو جھ بوجھ ہے کہ شاپنگ بیگ کا استعمال ماحول کو آلودہ کرتا ہے تو ایک انسان کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں آتی جو اشرف المخلوقات ہے۔

O

ایک ملک کے وزیر اعظم نے دشمن ملک کے ایک ہم منصب کو انگور کی چینیاں بھجوائیں تو عوام سراپا احتجاج بن گئے۔ اس پر وزیر اعظم نے کہا کہ مجھے آپ لوگوں کے احتجاج کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔
میں نے تو ایسا محس دشمن کے دانت کھنے کرنے کے لئے کیا ہے۔

مزاحیہ اثر و یو

آپ کا نام کیا ہے؟

نیم پلیٹ (Name Plate) پڑھ لیں۔

تاریخ پیدائش؟

تیرھویں میینے کی بیس تاریخ سن صفر

تعلیم کھاں تک حاصل کی؟

کتاب کے آخری صفحے تک

بھی سکول میں اول بھی آئے؟

جی نہیں! سکول میں ہمیشہ چہڑا سی اول آیا کرتا تھا۔ کیونکہ گیٹ کی چابی اس کے
ہاس ہوا کرتی تھی۔

پہنڈیدہ پھول

سب پھولوں میں پہنڈ مجھے ایک ہی پھول ہے
پیٹ بھر جائے جس سے وہ گوبھی کا پھول ہے

پہنڈیدہ ڈش

ہو پڑوس سے آئے دیے ڈش اٹھا بھی بہت پہنڈ ہے۔

پسندیدہ شاعر

جن کی شاعری سنی نہیں۔

پسندیدہ کتاب

جس میں صرف تصویریں ہوں

پسندیدہ قامیں

میری پسندیدہ قامیں فوجی، کوڑک، کونیکا، وغیرہ ہیں

آپ کے نزدیک خطرناک بیماری کون سی ہے؟

(Loveria) لوریا

آپ کا مبارک پتھر کونا ہے؟

پتھر وہ مبارک ہے میرے واسطے لوگو
محبوب کے گھر سے جو گرے آکے میرے گھر

آپ نے لو میرج کی یا ارٹچ؟

میں نے ایکچھی میرج کی وہ اس طرح کہ میرا نکاح ٹیلی فون پر ہوا حتیٰ کہ کے
رخصتی بھی ٹیلی فون پر ہوئی۔

بچ کتنے ہیں؟

اہمی توہور ہے ہیں۔ آخری بچے کے بعد ہی گتنی شروع کرائیں گے۔

پسندیدہ مشغله؟

اخبار میں "ضرورت رشتہ" کے اشتمار پڑھنا۔

کوئی پیغام جو آپ دینا چاہیں گے؟

بچے قوم کا سرمایہ ہیں بچے پیدا کر کے سرمایہ کاری کیجئے۔



ہال لوگوں سے کچھا کچھ بھرا تھا۔ جب کہ مہمان خصوصی کافی دیر سے مائیک (Mike) کے قریب کھڑے سگرٹ کے کش لگا رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک نے فقرہ کہا۔
”واہ بھی! کیا دھوان دار تقریب کر رہے ہیں۔“

مزاجیہ خاکے

چاند سی دلمن

ہیلو، ہیلو، ہیلو

لی فرمائیے

میں گلوکی مان ہوں۔ ہمیں اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے چاند سی دلمن کی خلاش ہے۔

لیکن لبی بی "روتہ ہلال" کمیٹی کا دفتر ہے۔ کوئی شادی و فتر تھوڑا ہی ہے۔ آپ ان سے رابط کر سکتی ہیں۔

لیکن بیٹا شادی و فتر والوں سے مایوس ہو کر اب تمام امیدیں تمہارے دفتر سے واپسی کی ایں۔ بیٹا خدا کے لئے مجھے اب مزید مایوس نہ کرنا۔

بیٹا اپنی دور بیخوں کو حرکت دو

ان کا رخ اوھرا اوھر موڑو

ہو سکتا ہے کوئی چاند سی دلمن نظر آہی جائے۔

لی لی ہم یہاں چاند دیکھنے کے لئے بیٹھے ہیں چاند سی دلمن دیکھنے کے لئے نہیں۔ لبی لبی اس تملکا اٹھتی ہے اور اسے ڈالنے ہوئے کہتی ہے چاند تو زمین سے ہی ہم دیکھے لیں گے۔

اُج نہیں تو کل نظر آجائے گامزا تو تب تھا کہ تم چاند سی دلمن دکھاسکو.....

مزاحیہ خاکہ

بیگم اپنے شوہر "ارشاد" سے مخاطب ہے۔

"ارشاد" "ارشاد" (اور زور سے) ارشاد

شوہر! کچھ ارشاد بھی کرو میں سن رہا ہوں۔ آخر بات کیا ہے۔

بیگم! بسی یوں ہی تمہارا نام زبان سے پھسل گیا تھا۔ تمہیں یاد ہے نا!

شادی سے پہلے تم نے کہا تھا "زیبا" تمہارا بدن سنگ مرمر سے تراشا ہوا ہے۔ پھنس پناہی ہے۔ سنگ مرمر پھسلن تو بست زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارا نام بھی زبان پر سے پھسل گیا۔

شوہر! بات کاشتا ہے ہاں، ہاں جیسے آئے دن نئی نئی فرمائیں تمہاری زبان سے پھلتی ہیں۔

بیگم! (خطے سے کہتی ہے) تو تم نے کب فرماںش پوری کی ہے۔

شوہر! کل تعهداری ہی فرماںش پر میں تمہارے لئے بنتی رنگ کی ساڑھی لینے جا رہا تھا کہ کیلے کے چھپلے پر سے پاؤں پھسل گیا اور میں آج دفتر کے بجائے گھر پر تمہاری بک بک سن رہا ہوں۔

اگر یہ بات ہے تو میں ابھی گھر چھوڑ کے جا رہی ہوں۔

اب تمہیں میری ضرورت جو نہیں۔

شوہر! ہاں مجھے ضرورت تھی۔ تو صرف جیزی کی تھی۔ اگر تم دس سال بعد میری ضرورت کو

کچھ ہی گئی ہو تو پلیز اب منید دیر نہ کرو۔

مزاحیہ خاکہ

ایک شخص تھانے فون کرتا ہے جس کی جیب کٹ گئی ہے۔

بیلو - بیلو

یہ تھانہ ہے

میں سمجھ پہچانا ہے

تحانیدار صاحب میں بس میں سفر کر رہا تھا جب لکٹ کٹوانے لگا تو معلوم ہوا میری جیب کٹ گئی ہے۔

تحانیدار! جیب کٹ گئی ہے پھر تو قسمی سوت کا ستیاناں ہو گیا ہو گا۔

سوٹ کو گولی ماریں جی

جیب میں میری پانچ ہزار کی رقم تھی جو لٹ گئی ہے۔

تحانیدار! شکر ہے رقم لٹ گئی ہے تم لٹنے سے بچ گئے ہو۔

اتھی رقم ہونے کے باوجود تم بس میں سفر کر رہے تھے۔ (کہوس کیس کے)
تم تو میکی بھی افروڑ کر سکتے تھے۔

ہوں میں تو صرف حاجت مند سفر کرتے ہیں کسی نے اپنی حاجت پوری کر لی ہو گی۔۔۔

"اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چک گئیں کھیت"

پھر بتائیے میں کیا کروں۔

تحانیدار! میں بتاتا ہوں تم کیا کرو کیونکہ ایسے حالات میں ایسا کرنا ہی مناسب رہے گا۔

لیکن تم یہ بتاؤں کہ تم نے سوت کس کلر کا پہنا ہوا ہے۔

خیر دفع کرو۔

بس رنگ کا سوت ہے اس کے ساتھ کا بازار سے تھوڑا سا کپڑا لے کر نئی جیب لگو والو۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

چھپلے دنوں ہمارے محلے میں ایک آدمی فوت ہو گیا ہم بھی افسوس کرنے کے لئے جا پہنچے وہاں پر اور لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ مرحوم کے ایک رشتہ دار بتا رہے تھے۔ مرحوم بڑے پرہیز گار تھے ڈاکٹروں نے ان کو ایک بار کہا تھا کہ چلنے پھرنے سے پرہیز ہی رکھیں تو بہتر ہے۔ خدا شاہد ہے مرتے دم تک انسوں نے اس بات کا پرہیز نہیں چھوڑا مرحوم ہر ایک کے ساتھ میٹھی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور اس کے لئے ہر وقت زبان میں میٹھا پان رکھتے۔

اگر اپنے ماتحتوں کو گالیاں دے رہے ہوتے تو بھی سنوف الائچی کی خوشبوئیں آری ہوتیں۔ مرحوم پولیس کے محلے میں ایک اعلیٰ عمدے پر فائز تھے پوری سروس کے دوران انسوں نے کبھی اپنے ہاتھ سے رشوت نہیں لی۔ بلکہ اپنی جیب آگے رکھ دیتے۔ اور کام کرانے والا جتنا بڑا کام کرانا چاہتا اتنا بڑا نوٹ جیب میں ڈال دیتا۔

شراب کو آخری سانس تک ہاتھ نہیں لگایا۔ بلکہ اپنی بیگم کے ہاتھوں جام نوش فرماتے تھے۔ اگر بیگم میکے گئی ہوئی ہو تو پھر سڑا (Stra) سے کام لے لیتے تھے۔ مرحوم اپنے قبیلے میں بہت بڑے رکھیں تھے۔ ان کی دولت ہتھیارے کے لئے ان کے بہت سارے دشمن پیدا ہو چکے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو ایک ایک کو موت کی گھاث اتار دیتے۔ لیکن آفرین ہے انسوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ کرائے کے قاتلوں سے ایک ایک کا صفائیا کرا دیا۔ گھر میں کبھی حرام کی کمائی نہیں لے کر آئے۔ پچوں کی پروش ہمیشہ رزق حلال سے کی جس میں حرام کی کمائی کی ایک کوڑی بھی شامل نہیں ہوتی تھی۔ حرام کا پیسہ ایک علیحدہ اکاؤنٹ میں جمع تھا۔ جسے گاہے گاہے کیش کرو کر شراب پینتے اور جو اکھیلتے۔ اللہ جختے مرحوم بڑی سی خوبیوں کے مالک تھے۔

ہاضمے کی پھکی

ہمارے محلے میں ایک حکیم صاحب تھے جو ہاضمے کی پھکی دیتے تھے۔ شر کے طول و عرض سے لوگ ان کے پاس آتے رہتے تھے۔ حکیم صاحب کے گھر خوشحالی نے ڈیرے جائے ہوئے تھے۔

لیکن کچھ دن پہلے میں نے محسوس کیا کہ حکیم صاحب میری دکان سے ادھار سودا لے کر جاتے ہیں اور ان کے چہرے پر وہ رونق بھی نہیں۔ جو کبھی پہلے ہوا کرتی تھی۔ بلکہ اداسی چھاتی ہوئی تھی۔ میں نے ہمت کر کے حکیم صاحب سے پوچھ ہی لیا۔ حکیم صاحب کہنے لگے بیٹا جب سے میوزیکل گروپ نے رواج پایا ہے اور انہوں نے اچھل کو د کے ساتھ T.V پر گانا شروع کیا ہے تب سے نہ صرف میرا کاروبار مختذلا پڑھ گیا ہے بلکہ میڈیکل شور پر بھی ہاضمے کی گولیاں اور سیرپ کی بو تکوں پر گرد جم پچھی ہے۔ کوئی لیتا ہی نہیں اور لوگوں نے بھی ان گروپس کی دیکھا دیکھی گھروں میں پریکش شروع کر دی ہے اور یوں ہر قسم کی خوراک ہضم ہو جاتی ہے۔

آم

آم دیکھنے میں خوبصورت، ڈائٹ میں لذیز اور کھانے میں بے حد مشکل ہے اگر آپ کو ایک آم کھانا ہے تو آپ کو دو کھانے پڑیں گے۔ کیونکہ ایک آم کھائیں تو آدھا آم ہی پیٹ میں جا سکتا ہے اور باقی آدھا منہ اور ہاتھوں سے چپکا رہ جاتا ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہ سکتا ہوں کہ دنیا میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ہو گا جو آم کھاتے وقت آم سے سمجھ بر تاؤ کرتا ہو گا۔ میں نے اکثر کنواری لڑکیوں کے ہاتھ پلیے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب وہ آم کھا رہی ہوتی ہیں۔

ہم بچپن سے آم کھاتے آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم بڑے ہو جاتے ہیں تب بھی ہمیں آم کھانے نہیں آتے۔ اگر ایک شخص کو آم کھانے کا 60 سالہ تجربہ ہے تو بھی آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ بچوں ہی کی طرح آم کھا رہا ہو گا۔ اور اگر بچوں کو دیکھیں تو وہ بڑوں ہی کی طرح آم کھا رہے ہوں گے۔

آم کھانے سے بہتر ہے دکان پر جا کر آموں کاملک شیک (Milkshake) نی لیا جائے۔ لیکن یہ ضروری نہیں اگر آپ آموں کاملک شیک پی رہے ہوں تو آپ کو زائد بھی آموں کا ہی آرہا ہو۔

ڈاکٹر کہتے ہیں آم کھانے سے خون صاف ہوتا ہے۔ لیکن یہ کوئی اتنا بڑا فائدہ نہیں ہے کیونکہ آم کھانے سے ہاتھ اور منہ زیادہ گندے ہو جاتے ہیں۔

ہاں البتہ آدمی کی جیب ضرور صاف ہو جاتی ہے۔ عموماً لوگ دو طریقوں سے آم کھاتے ہیں۔ ایک کاٹ کر اور دوسرا چوس کر آپ جس طرح چاہیں کھا سکتے ہیں۔ لیکن

سر ہام آم نہ کھائیں۔ بلکہ تھائی میں جماں کوئی اور آپکو نہ دیکھ رہا ہو۔

شاید آم کھانے کے لئے ہی کسی شاعر نے ایک موقع پر کہا تھا!

پہل چلنے دنیا دی اس تکرے

جنچے بندہ نہ بندے دی ذات ہوئے

میرے ایک دوست نے محض اس لئے یوی کو میکے بھیجا ہوا ہے کہ اس نے دعوت میں
سلیقے سے آم نہیں کھائے تھے اور اسے اپنی یوی کو شاخست کرنے میں کافی وقت پیش
آئی تھی۔ میں نے اس کی منت سماجت کی کہ یار بھائی کو منا کر لے بھی آؤ! آموں کا سینز
ویے ہی ختم ہو رہا ہے۔ دوست بولا! کیا آموں کا سینز پھر نہیں آئے گا۔

میں نے کہا! جب آئے گا تو دوبارہ میکے بھیج دینا۔

سبری فروش سے انترویو

آپ سبزی پر پانی کے چھینٹے کیوں ڈالتے رہتے ہیں؟

جناب! جب ہماری دکان پر گاہک آتا ہے تو پسلے سبزی کا بھاؤ پوچھتا ہے۔ جب ہم اسے بتاتے ہیں کہ بھنڈی چوبیس 24 روپے کلو ہے، گوبھی چودہ 14 روپے کلو ہے، بینگن بارہ 12 روپے کلو ہیں، اور ٹماٹر 32 بیس روپے کلو ہیں تو وہ یہ کہہ کر چلا جاتا ہے کہ سبزی کو بھی آگ لگی ہوتی ہے۔ اس نے ہم سبزی پر پانی چھڑک دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے گاہک صحیح کہہ رہا ہو۔

اگر سبزی گل سڑ جائے تو آپ کو نقصان تو ہوتا ہو گا؟

ہم سے زیادہ نقصان ان کھلاڑیوں کو ہوتا ہے جو کھیل کے میدان میں ناقص کارکروگی کا مظاہرہ کریں یا ان شاعر حضرات کو جو مشاعرے میں اپنے سامعین کو متناثر نہ کر سکیں۔

آج کل ٹماٹروں کی قیمتیں آسمان سے با تیس کر رہی ہیں۔ وہ کیوں؟

ڈاکٹر سختے ہیں ہر آدمی کو ایک سبب روزانہ کھانا چاہئے۔ اگر وہ ایک سبب افروذہ کر سکے تو ایک ٹماٹر ہی کھالے۔ ٹماٹر بھی آپ کو اتنی انرجی فراہم کرے گا۔ جتنی ایک سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کی یہ بات ہم کو بہت بڑی لگی یعنی امیر لوگ تو سبب کھائیں اور غریب ٹماٹروں پر ٹرخا دیئے جائیں۔

ہم نے امیر اور غریب کا فرق مٹانے کے لئے ٹماٹروں کی قیمت بڑھادی ہے۔ اب

سیب اور نماڑ تقریباً "ایک ہی بجاو ملتے ہیں۔

ہماری عورتیں سبزی کاٹتے وقت بست ڈرتی ہیں کیونکہ اکثر سبزی میں کیڑے نکلتے ہیں۔ آپ ایسی سبزی کیوں فروخت کرتے ہیں؟

آپ صحیح کہ رہے ہیں کہ عورتیں سبزی کاٹتے وقت ڈرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈرپوک قسم کی عورتیں اپنے خاوند سے سبزی کھواتی ہیں۔

اور جو ذرا دلیر (ہمار) ہوتی ہیں۔ وہ اپنے خاوندوں سے پکوا بھی لیتی ہیں۔ رہا کیڑوں کا سوال تو کیڑے انسان کے پیٹ میں بھی ہوتے ہیں۔

ابھی پچھلے ہی دنوں ایک عورت مجھ سے بینگن لے کر گئی۔ لیکن کچھ دیر بعد وہ کٹے ہوئے بینگنوں کے ساتھ واپس میری دکان پر آگئی کہ یہ دیکھوان میں تو کیڑے ہیں۔

اب اس عورت کا اعتراض اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن ہم بینگن فروخت کرنے سے پہلے ان کے ایکسرے (X-RAY) تو شیس کر سکتے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ان کے پیٹ میں کیڑے ہیں یا نہیں۔ اندر کے بھید اللہ ہی جانتا ہے! نا

آپ کی بیگم بھی آپ کے ساتھ تشریف فرمائیں۔ اب ہم ایک سوال ان سے بھی پوچھیں گے کہ آپ سے شادی کرنے کے بعد ان کی کوئی خواہش ہے جو ابھی تک پوری نہ ہوئی ہو؟

سبزی فروش سے شادی کرنے کے بعد اب میری ایک ہی خواہش ہے کہ میری گود ہرگی ہو جائے۔

ایک ان پڑھ وزیر تعلیم سے انشرو یو

کیا دیکھ کر آپ کو وزیر تعلیم بنایا گیا؟

میں پسلے روی جمع کیا کرتا تھا۔ شاید اسی خدمت کے عوض مجھے یہ عمدہ ملا ہے۔

آپ ماہر تعلیم ہیں آپ ہمیں بتانا پسند فرمائیں گے کہ تعلیم کے میدان

میں لڑکے ہمیشہ لڑکیوں سے پیچھے رہے ہیں۔ آخر کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیاں دل لگا کر پڑھتی ہیں۔ جبکہ لڑکے صرف دل لگی کرتے ہیں۔

اسکولوں میں معیار تعلیم کیوں گر گیا ہے؟

شاید بڑھاپے کی وجہ سے

پچ سکولوں سے کیوں بھاگتے ہیں؟

میں تو کہتا ہوں۔ ”نہ رہے بانس نہ بجے پانسری“ کے مصدق سکول ہونے ہی نہیں

چاہیں۔ کیونکہ نہ سکول ہوں گے اور نہ پچ سکول ہوں گے۔

ایک سکول کے پچ کا بستہ بہت بھاری ہوتا ہے۔ اس میں کیا حکمت رکھی گئی ہے۔

کیونکہ پڑھ لکھ کر اسے ایک خاندان کی کفالت کا بوجھ اٹھانا ہوتا ہے۔ اس لئے ہم شروع ہی سے اسے بوجھ اٹھانے کی ٹینگ دیتے رہتے ہیں۔

ہمارے امتحانی مراکز میں بونی کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ اس کی روک
تحام کے لئے آپ کی وزارت نے کیا کچھ کیا ہے۔

دیکھیں جی! سکولوں اور کالجوں کو اپنے ناتائج شو کرنے کے لئے کچھ لڑکے تو پاس کرنے ہی
ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر بونی کا استعمال روک دیا جائے تو پھر کون مائی کالال پاس ہو گا۔

سکولوں اور کالجوں میں حاضری کا تناسب کیسے بہتر کیا جائے؟

اگر تعلیمی درس گاہوں میں مخلوط تعلیم (Co-Education) کا نظام راجح ہو جائے
تو۔ پھر ہماری حاضری ریکارڈ حد تک درست ہو سکتی ہے۔ پھر تو کسی طالب علم کا چھٹی کے
دن بھی چھٹی کرنے کا مودہ نہیں بنے گا۔

آج کے طالب علم کے ہاتھ جان بوجھ کر کلاشکوف دی گئی ہے اس کی
کوئی خاص وجہ ہے تو بتائیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح وہ ڈاکو بنیں گے یا لیئرے بنیں گے۔ اور جب وہ
پولیس مقابلہ میں مارے جائیں گے تو کم از کم ان کی موت سے ملک کو فائدہ تو ہو گا۔
یصورت دیگر اگر وہ پڑھ لکھ کر ڈاکٹر یا انجینئر بن گئے تو ایسے افراد کی موت سے ملک کو
ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے جو ہم نہیں پہنچانا چاہتے ہم نے تو ملک کا فائدہ سوچنا ہے۔

ونہ تعلیم کی حیثیت سے آپ اپنے طلبہ کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

طلبہ کے ہاتھوں میں اسلخ ہونا چاہئے نہ کتابیں بلکہ ان کے ہاتھوں میں دستانے (Gloves)
ہونے چاہیں کیونکہ آج کل سردی زوروں پر ہے۔

ہماری سڑکیں

میں یورپ گیا۔ وہاں جس چیز نے مجھے زیادہ ستائش کیا وہ وہاں کی سڑکیں تھیں اور وہ بھی صاف سترھی چم چم کرتی اور اشکارے مارتی ہوئی کہ چلنے والے اپنا منہ بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن جب اپنے ملک کی سڑکوں کا مجھے خیال آتا ہے اور ان کی ناگفتہ بہ حالت دیکھتا ہوں تو مجھے ایک قسم کا اطمینان ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ہماری سڑکیں بھی اسی طرح صاف سترھی اور چم چم کرتی نظر آنے لگیں تو راہ گیر اپنا منہ ہی دیکھتے رہیں گے۔ اور پیچھے سے یا سامنے سے آنے والی گاڑی انسیں ٹکر مار کر گزر جائے گی۔ پھر ان کے لواحقین بھی منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔

ہماری سڑکوں کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہاں چہے چہے پر سپینڈ بریکر (Speed Bracker) بنے ہوئے ہیں جنہیں عرف عام میں "اچھلو" کہتے ہیں۔ جو صرف وہاں ہونے چاہیں جماں پر کوئی اسکول یا ہسپتال قریب ہو لیکن ہمارے ہاں اگر سڑک کے ساتھ اکٹھی سات دکانیں ہیں تو ساتوں دکانداروں نے اپنی اپنی دکان کے سامنے سپینڈ بریکر بنایا ہو گا۔ جس کی وجہ سے گاڑی چاہے کتنی ہی آرام دہ کیوں نہ ہو سفر آرام دہ نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ میرے بابا جی نے مجھے سے کہا کہ تم اس عمر میں مجھے جھولے میں بٹھا کر کیوں جھولا جھلا رہے ہو۔ میں نے کہا بابا جی! آپ کو جھولا نہیں جھلا رہے۔ بلکہ ہم اس وقت نیکس Taxi میں بیٹھے بھاڑا بازار جا رہے ہیں۔

میرا ایک انگریز دوست جب پاکستان آیا تو میں نے اسے پاکستان کے تفریجی مقامات کی سیر کرائی۔ اسے ہماری سڑکوں پر سفر کرنے کا تجربہ پہلی بار ہوا تھا۔ ایک موقع پر اس

لے مجھ سے شکایت کی کہ میں اپنے جسم میں ہاچل سی محسوس کر رہا ہوں۔ ایسے لگتا ہے بیسے میرا دل واسیں طرف نقل مکانی کر گیا ہو اور گردوں نے بھی اپنی پوزیشن بدل لی ہوں۔ جیسے پیٹ میں بڑی آنت اور چھوٹی آنت آپس میں الجھ گئیں ہوں اور چھوٹی بڑی کی تمیز ختم ہو کر رہ گئی ہو۔ جب اس کے پیٹ کے ایکسرے (X-Ray) کے گئے تو واقعی اس کی پیش گوئیاں جو ثابت ہوئیں۔

سرکوں کی حالت اس قدر ناگفتہ ہے ہو چکی ہے کہ اب ڈرائیور حضرات سڑک کے بجائے فٹ پاٹھ (Foot Path) پر گاڑی چلانا زیادہ مفید سمجھتے ہیں۔ ہماری سڑکوں پر جو گاڑی چلتی ہے نہ صرف اس کی بلکہ اس میں سفر کرنے والی سواری کی عمر بھی کم ہے۔ سڑکوں پر گندگی کے ڈھیر سنگ میل کا کام دیتے ہیں۔

یہ کوڑے کے ڈھیر لاوارث لاش کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ انہیں اٹھانے کوئی نہیں آتا۔ لوگ گزر پر سے ڈھکن اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ کلاس میں ماشر صاحب پڑھا رہے تھے کہ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہئے تو کلاس میں ایک بچے نے سس کر کیا!

ماشر صاحب میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر نہیں چل سکتا کیونکہ میرے والد صاحب ایک دن سڑک کے کنارے جا رہے تھے۔ کہ راستے میں گزر میں گر کر اپنی ٹانگ تڑوا بیٹھے اب اگر میں بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلتا گیا تو ابھی تک اس گزر کا منہ کھلا ہے۔

محکمہ شاہراہات نے جنگلات والوں کے تعاون سے سڑکوں کے دونوں اطراف درختوں کی قطار لگادی ہے تاکہ ڈاکوؤں کو تحفظ فراہم کیا جائے کیونکہ جب ڈاکو مسافروں کو لوٹتے ہیں تو وہ انہی درختوں کی اوٹ میں پناہ لیتے ہیں۔ سڑک کے کنارے درخت لگانے کا

دوسرافائدہ یہ بھی ہے کہ اگر مجھے کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے سرزک اس قدر ثبوت پھوٹ جائے کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہے تو ڈرائیور حضرات دونوں اطراف کے درختوں کی درمیان والی جگہ سے سرزک کی موجودگی کا تھیں کر لیں۔

نمونہ

میں اپنے گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک سنان جگہ دو لڑکیوں نے مجھے روک لیا ان کے ہاتھ میں سلایاں تھیں۔ جن کی نوک پر پسلے تو انہوں نے مجھے ہینڈز اپ (Hands-Up) کیا اور پھر ایک لڑکی نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور مجھے وارنگ دی گئی کہ اب یہاں سے بالکل بھی نہیں ہونا۔ میں پٹی بندھی آنکھوں سے اپنے پٹ جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ دسمبر کی سردی میں بھی میرا جسم پہننے سے شرابور ہو گیا۔ تقریباً ”پانچ سات منٹ بعد انہوں نے میری آنکھوں سے پٹی کھول دی میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا نقدی پوری تھی حتیٰ کہ قلم تک کو بھی نہیں چھیڑا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بازو پر گھڑی بھی موجود تھی۔ یعنی نہ تو کسی چیز کی کمی ہوئی اور نہ ہی زیادتی۔ لیکن کسی راہ گیر کا راستہ روک لیتا کیا زیادتی نہیں۔ میں حیرات زدہ نظرؤں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سے پسلے کہ میرا تجسس بڑھتا اور میں ان سے کوئی سوال پوچھتا۔ انہوں نے خود ہی بتا دیا کہ ہم کوئی ڈاکو لڑکیاں نہیں ہیں۔ اصل میں آپ کی سویٹر سے نمونہ اتارنا مقصود تھا۔

میں نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا! کہ اگر آپ نے نمونہ ہی اتارنا تھا تو مجھے سامنے کھڑا کر کے اتار لیتیں۔ میں کچھ دیر نظر جاتا لیکن یہ سارا ڈرامہ رچانے کا مقصد کیا تھا۔

آپ نے تو مجھے جیتے جی قبر میں اتار دیا۔ اس پر لڑکیوں نے شرماتے ہوئے کہا!

ہمیں ڈر تھا کہ کہیں آپ آنکھوں کے راستے ہمیں دل میں ہی نہ اتار لیں، اس لئے ہم نے سوچا کیوں نہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر نمونہ اتار لیں۔“

کٹ پیس

میں فٹ پا تھے پر بیٹھا دانت نکال رہا تھا۔ اپنے نہیں بلکہ دوسروں کے کیونکہ پیشے کے اعتبار سے میں ایک دندان ساز ہوں۔ اتنے میں نہایت معترض میرے پاس آئے۔ ایک نظر دیکھنے پر ہی میں فوراً "اٹھیں پہچان گیا یہ وہی سکول کے ماستر صاحب تھے۔ جنہوں نے کلاس میں ایک دن مجھے دانت نکالنے پر سزا دی تھی اور آج میں دوبارہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔

لطیفہ:-

کیا آپ جانتے ہیں عورتیں ہونٹوں پر سرخی کیوں لگاتی ہیں۔
نہیں معلوم!۔ چلیں میں بتاتا ہوں۔ اس لئے کہ سرخ رنگ خطرے کی علامت ہوتا ہے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ ہونٹوں کے پیچھے کس قدر خطرناک چیز ہوتی ہے جسے حرف عام میں زبان کہتے ہیں اور جو قینچی کی طرح چلتی ہے۔

”مشاعرہ لوث لیا“

ایک شاعر کسی مشاعرے میں شرکت کے بعد واپسی پر جب گھر آئے تو ان کی حالت دیکھنے کے لائق تھی۔ ایک ہاتھ میں تھیلا پکڑے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں ٹوکری لٹکائے ہوئے تھے۔ اور اپر سے قیامت یہ کہ کندھے پر ایک عدد توڑا بھی موجود تھا۔ کوئی شاعر نہ لوٹا ہو بلکہ جیسے وحوبی کا گردھا گھاث سے لوٹا ہو۔

گھر میں داخل ہوتے ہی بیگم! بیگم! کی صدائیں لگانا شروع کر دیں اور جب چاند بیگم
کہیں نظر نہ آئی تو کہنے لگے!

بیگم آج میں نے مشاعرہ لوث لیا ہے
یہ دیکھو لوٹا ہوا مال
قیلے میں نماڑ ہیں

اور توڑے میں جوتیاں ہیں۔ لیکن ان میں کوئی زنانہ جوتی نہیں ہے کیونکہ مشاعرے میں
کوئی عورت نہیں تھی۔

یہی آگے سے چڑھ کر بولتی ہے
اچھا! اچھا!

جلدی جلدی کپڑے بدل لو۔ کل بھی مجھے شرمندگی اٹھانا پڑی جب ایک سیلی نے
اُسے پوچھ لیا کہ تمہارے شوہر کینٹین چلاتے ہیں کیا؟ تو میں نے نفی میں سرہلاتے
اوے کہا! نہیں وہ تو ایک ”شاعر“ ہیں۔

”آل راؤنڈر“

میں آپ کو ایک ایسے آل راؤنڈر کے بارے میں بتاتا ہوں جس پر جایجا آپ خڑک سکتے ہیں۔ کرکٹ کے محیل میں ان کی میلنیک دوسرے کھلاڑیوں کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ ٹیڈ بال کو ہب کرنا اور باڈ نرز کو شاپ کر لینا ان کی مخصوص میلنیک تھی۔

وہ بیس سال تک اندھر 19 میں کھیلتے رہے اور جب قومی ٹیم میں آئے تو اس وقت تک بیٹ (Bat) سے رنز بنانے کی بجائے لاٹھی کا کام زیادہ لیتے تھے۔ وہ بیٹ کا سارا لے کر گھنٹوں کریز پر کھڑے رہتے۔ اگر کوئی بال بیٹ سے زبردستی نکرا جائے تو آواز سنتے ہی دوڑ کر ایک رنز بنانے لیتے تھے۔

جب وہ بینگ کر رہے ہوتے تو فیلڈروں کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا اور سکورر بھی کچھ دیر ستا لیتے تھے۔ حتیٰ کہ کنٹریٹ کا منہ وہ بند کرا دیتے۔ ان کی طوفانی بینگ کے سامنے کوئی بھی باڈل ایک اوور (Over) سے زیادہ نہیں نہ سکتا تھا۔ پنچراہ بنانے میں وہ کچھ بد قسم واقع ہوئے ہیں۔ وہ بیسیوں مرتبہ بد قسمی سے اس وقت آؤٹ (Out) ہو جاتے جب میجری میں صرف (99) رنز درکار ہوتے تھے۔

فیلڈنگ میں پھرتی کا یہ عالم تھا کہ گیند (Ball) ان کے پیچھے پیچھے اور وہ گیند کے آگے آگے دوڑ رہے ہوتے ہیں جیسے دونوں میں یہ شرط گلی ہو کہ دیکھتے ہیں پسلے باڈنڈری لائن کون کراس کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ایک مثالی فیلڈر کی حیثیت سے منوایا۔ اس کا اندازہ یوں کیجئے کہ آج تک انہوں نے کوئی کچ (Catch) نہیں چھوڑا۔ کیونکہ انہوں نے کسی بال پر ہاتھ نہیں ڈالا۔

باڈنگ کے شعبہ میں بھی ان کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا۔ طوفانی بینگ کی طرح باڈنگ بھی طوفانی کرتے۔ چوکوں، چکوں کی بارش کرتے اور کبھی کبھی کپتان کی طرف سے گرج

چمک بھی ہوتی رہتی۔

کرکٹ کے مبصرن نے پیش گوئی کی ہے کہ اگر باولنگ میں ان کی کارکردگی بھی رہی تو پھر ہر بیشمین کے لئے برائی لارا کا (375) رنز کا اور لڑ ریکارڈ توڑنا کوئی مشکل نہیں رہے گا اور بھی ایک بچھے ہوئے باولر کی پہچان ہونی چاہئے کہ وہ بیشمین سے خود پوچھے ”بتا تمہری رضا کیا ہے“





پہلا بھکاری: آج میرا لاکھوں کا بزنس تباہ ہو گیا ہے۔

دوسرਾ بھکاری: وہ کیسے؟

پہلا بھکاری: کیونکہ میرا سکولوں ثوٹ گیا ہے۔



ایک شخص درزی کو شلوار قیض بننے کے لئے دعا ہے۔ اور اسے تاکید کرتا ہے کہ جیسیں
نہیں رکھنی۔

جب وہ کپڑے لینے آتا ہے تو درزی پیسوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ شخص درزی سے کہتا ہے
کہ اگر میرے پاس پیسے ہوتے تو میں جیسیں نہ رکھوں گا۔



ایک بیوی اپنے شوہر کو ڈانٹ رہی تھی۔ کہ تم اتنی گھٹیا پ اسک لائے ہو کہ ہوتلوں پر
لگاتے ہی خارش شروع ہو گئی ہے۔ پتہ نہیں اس میں کیا چیز شامل ہے۔
شوہر نے طنزیہ لمحہ میں کہا
میرے خون اور پستانے کے سوا تو اس میں کوئی اور ایسی چیز شامل نہیں ہے۔



صحیح جب شوہرن مخفن کرتیا رہے تو بیگم نے پوچھے ہی لیا کہ آج کماں جانے کے ارادے ہیں۔

شوہرنے کماں میں اپنے ایک دوست کی شادی پر جا رہا ہوں
بیگم کو اپنے شوہر کی یہ بات ناگوار لگی اور تعلل کر بولی!
کیا ہر ایسے وغیرے کی شادی پر جانا ضروری ہوتا ہے۔

شوہرنے کماں کے کل میری شادی پر میرا دوست میرے ساتھ ساتھ تھا۔ اور آج اگر اس پر برا وقت آیا ہے تو میں اسے کیسے تھا چھوڑ سکتا ہوں۔



ایک نئے ماڈل کی کار مال روڈ پر دوڑ رہی تھی۔ میں اور میرا دوست موڑ باجیک پر کار کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ کار کی پہلی سیٹ پر سیفت کی بوری شیشے سے صاف نظر آ رہی تھی۔ میرا دوست کرنے لگا یا راتی تیقی کار میں سیفت کا توڑا کچھ عجیب سالگ رہا ہے میں نے کہا کہیں بات پکی کرنے جا رہے ہیں۔



ایک امیدوار اپنے حریف سے کہتا ہے کہ تم مجھ سے منہ مانگے وام لے لو اور میری حمایت میں بیٹھ جاؤ۔

دوسرا امیدوار جواب دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں کم یا زیادہ مانگ لوں۔

بھریجی کہ تم میرے اوپر روپوں کا اتنا پڑا گشا لا کر رکھ دو جس کے بوجھ سے میں خود بخود بیٹھ جاؤں۔



ایک لڑکا سگریٹ پیتا تھا۔ محلے والوں میں کوئی اس کے گھر باپ سے ٹکایت کرنے نہیں۔
لیکن اتنے قدموں واپس لوٹ آیا۔ یہ دیکھ کر کہ باپ بیٹا اکٹھے بیٹھ کر سگریٹ پی رہے
ہیں۔



باپ _____ نے دیکھو گھری پر کیا نائم ہوا ہے
منادری تک گھری پر نظریں جھائے دیکھا رہا۔
باپ نے دوبارہ پوچھا منے میں نے تم سے نائم پوچھا ہے اور تم گھری پر سے نظریں ہی
نہیں ہٹا رہے ہو۔
منا معصومیت سے بولا کہ ابو سوئی ایک جگہ رکے گی تب ہی تو میں آپکو صحیح صحیح وقت بتا
سکوں گا! ہا



کالا گلاب

بیٹا (اپنی ماں سے) ماں تم تو کہتی تھی لڑکی گلاب کا پھول، ہے
لیکن وہ تو کالی کلوٹی ہے میں نے نہیں کرنی اس سے شادی۔
ماں آگے سے کہتی ہے بیٹا
میں نے بجھوت تھوڑا ہی بولا تھا کیا تم نے کالا گلاب نہیں دیکھا.....!



ایک مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے جب آپ لوگ قبرستان سے گزریں تو (السلام و
صلیکم یا اہل القبور) پڑھ لیا کریں
مجلس میں سے کسی نے پوچھا اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو ...
اس سے پسلے کہ مولوی صاحب جواب دیتے پیچھے سے ایک مردانہ آواز آئی
”تے فیر سلوٹ مار کے لنگ جاؤ“



میری بیوی اور بیویوں سے مختلف ہے جب میرے رشتہ دار آتے ہیں تو وہ خوب گرم
جوشی سے ان کا استقبال کرتی ہے ان کی خوب آؤ بھگت کرتی ہے۔ ان کے لئے مزے دار
کھانے پکاتی ہے نرم سے نرم بستر بچھاتی ہے اور جب وہ جاتے ہیں تو ان کو تھنے، تھائے
دے کر رخصت کرتی ہے۔

میرے ان رشتہ داروں میں میری سالیاں، سالے، ساس اور سر قابل ذکر ہیں۔



ایک ضعیف ال عمر شخص ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے ڈاکٹر اسے طاقت کا سیرپ دے کر چلتا کر رہتا ہے۔ وہ گھر جا کر بول کالیبل پڑھتا ہے جس پر یہ عبارت درج ہوتی ہے۔ استعمال سے پہلے بول اچھی طرح ہلا کیں؟

وہ دوبارہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میرے لئے طاقت کے انگشن بھی لکھ دیں جن کے لگوانے سے مجھ میں اتنی قوت آجائے کہ میں بول کو اچھی طرح ہلا سکوں۔



بیکم اپنی ملازمہ سے (جو شکل و صورت سے کسی شنزادی سے کم نہیں لیکن حالات نے اسے ملازمہ بنایا ہے) جاؤ دیکھ کر آؤ کہ صاحب سور ہے ہیں ملازمہ جب کمرے میں گئی تو صاحب جاگ رہے تھے لیکن ملازمہ کو دیکھ شرارت سے ایک آنکھ بند کر لی ملازمہ واپس آکر بولی بیکم صاحب! بیکم صاحب جی آدھے جاگ رہے ہیں اور آدھے سور ہے ہیں۔



ایک سینٹر پولیس افسر کو جب ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اور پولیس چوبیس 24 گھنٹے کے دوران بھی ملمن کو پکڑنا سکی تو مقتول کے قریبی رشتہ دار نے اخبار نویسون سے باشیں کرتے ہوئے بتایا کہ مقتول اپنے پیشے میں بست طاق تھے اگر وہ خود زندہ ہوتے تو اتنی دیر میں اپنے قاتمکوں کو ضرور پکڑ چکے ہوتے۔



سبق

ہمارے لئے قومی ہیروز کا کروار مشعل راہ ہونا چاہئے۔

آپ دیکھیں عمران خان نے اب شادی کی ہے جس سے ہم کو یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ہمیں جوانی میں شادی کر کے اپنی جوانی کو برپا و خوبیں کرنا چاہئے۔ اور جب آدمی بڑھاپے کی سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دے تو اس وقت کسی کو اپنا سارا بنائے۔



ایک اخبار نویس جب خالی ہاتھ آیا تو اخبار کے مالک نے پوچھا کہ تم کھلاڑیوں کے اشروعوں کیوں نہیں لائے اس پر اخبار نویس نے بتایا کہ جب میں نے ہائی کے کھلاڑی سے اشروعوں لیا تو وہ ہربات کو "گول" کر جاتا اور جب کرکٹ کے کھلاڑی سے کوئی سوال پوچھتا تو ابھی آؤھا سوال میرے منہ میں ہی ہوتا کہ وہ اس کا جواب باوڈھری لاکن سے پاہر پھینک دیتا اب آپ ہی بتائیں میں کیا کرتا۔



ایک شخص کو پولیس کسی جرم میں پکڑ کر لے گئی۔

پولیس کی لترول سے اس بچارے نے اپنی جان تھانے میں ہی دے دی اس کے بازو پر گھٹی اور جیب میں کچھ رقم تھی۔ یہ سارا مال پولیس نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ گھٹی تھانیدار صاحب نے رکھ لی اور رقم سپاہیوں نے آپس میں تقسیم کر لی اور لاش وارثوں کو لوٹا دی۔

مقتول کے باپ نے پولیس کے ہاتھوں اپنے بیٹے کی موت پر گرسیہ آہ و زاری کی اور ان کی توجہ اس طرف دلائی کہ اس کے بازو پر گھٹی اور جیب میں کچھ نقدی بھی تھی۔

اس پر ایک سپاہی نے کہا!

آپ اس کی غفرنہ کریں اس کی جان کے ساتھ مال بھی ہم نے تھانے میں لے لیا تھا کیونکہ لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا پولیس کا فرض ہے۔

آپ کا فرض صرف صرف میت کو دفنانا ہے۔



شوہر! بیکم کیا کر رہی ہو۔
بیکم! رنگ گورا کرنے والی کرم لگا رہی ہوں۔
شوہر! نجیک ہے لگاؤ لیکن تھوڑی سی کرم اپنی زبان پر بھی لگا لیتا تمہاری زبان بہت کالی
ہے۔



خودکشی



ایک عرصے سے بار شیئں نہیں ہوئیں۔ دریا سوکھے ہوئے ہیں بجلی کی بڑھتی ہوئی ماںگ کے سبب اکثر گھروں کی بجلی ڈم رہتی ہے۔ رلوے کا انتظام اتنا ناقص ہے کہ کبھی کوئی ریل وقت پر نہیں پہنچتی۔ اور پھر اوپر سے زہر بھی تو خالص نہیں مل رہا۔ ان حالات میں بھلا کوئی نئے خودکشی کر سکتا ہے۔



ای نئے عدنان کو ڈاٹ رہی تھی کہ تم نے پاجائے میں پیشاب کیوں کیا ہے۔
پچھے مخصوصیت سے بولا ای آپ ہی نے تو کہا تھا
”باتھ روم گندہ نہیں کرنا۔ مسمان آنے والے ہیں“۔



استاد: فارغ التحصیل کے کہتے ہیں
شاگرد: جب ایک تحصیلدار تحصیل کے کاموں سے فارغ ہو جائے اور اس کا چھٹی کرنے
کا وقت ہو جائے تو اس وقت اسے فارغ التحصیل کہتے ہیں۔



ایک ڈرائیور ہارن پر ہارن بجا رہا تھا اس کے سامنے سائنس بورڈ پر لکھا بھی تھا "ہارن بجانا منع ہے"

اتنے میں ٹرینک پولیس کا سپاہی آ جاتا ہے۔ وہ اسے کہتا ہے کہ میں تمہارا چالان کاٹوں گا کیونکہ تم لکھا دیکھ بھی رہے ہو کہ "ہارن بجانا منع ہے" لیکن پھر بھی مسلسل ہارن بجا رہے ہو۔

اس پر ڈرائیور کہتا ہے کہ میں اس لئے ہارن بجا رہوں کیونکہ ہارن بجا کر میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ہارن بجانا کیوں منع ہے۔



پچھے کلاس میں فیل ہوا تو گھر جا کر اسے ابو نے خوب ڈانت پڑی پچھے نے معصومیت سے کہا! کاش میں بجلی ہوتا ہو تا جو بار بار فیل ہوتی ہے لیکن اسے کبھی ڈانت نہیں پڑتی۔



ایک استاد کلاس میں پچھر دے رہا تھا کہ ہمیں ہر حال میں ثابت قدم رہنا چاہئے
ایک لڑکا بولا مادر صاحب میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا کیونکہ میرے پاؤں میں ایک انگلی
نہیں ہے۔



عورتیں ایک لحاظ سے مردوں سے زیادہ عقل مند واقع ہوئی ہیں۔ وہ اس طرح کہ مرد
پاؤڑر (ہیروئن) پینتے ہیں اور اپنی صحت بگاڑتے ہیں جبکہ عورتیں پاؤڑر لگاتی ہیں اور اپنے
چہرے اور حسن کو مزید نگھارتی ہیں۔



سویرے سویرے

ماں باپ بچوں کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کرتے انہیں سوریے سوریے سکول جانے کے
لئے اٹھا دیتے ہیں اور وہ بے چارے مجبوراً "کلاس روم میں بقیہ غیند پوری کرتے ہیں۔

کانٹے دار پھول

شانہ بولے تو باتوں سے پھول جھرتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں
محبوب سوچتا ہے کہ وہ اپنی محبوب سے آخر کیا بات کرے۔ پھر اسے خیال آتا ہے
آج موقع اچھا ہے کیوں نہ دل کی بات کہہ دوں۔
پھر وہ ہست کر کے تین روائی لفظ کہہ دیتا ہے۔

I Love You

محبوب کھے موڑتے ہوئے آگے سے کہتی ہے
”ور پھٹے منہ“

محبوب خلاف موقع جواب پا کر پوچھتا ہے کہ میں نے تو ساتھا آپ بات کریں تو پھول کھلتے
ہیں لیکن آپ یہ کیسے پھول کھلا رہی ہیں محبوب کہتی ہے! پچھے تم نے نہیں کیا ساتھا یہ بھی
پھول ہیں لیکن ”کانٹے دار پھول ہیں“



دو عورتیں آپس میں گھنگلو کر رہی ہوتی ہیں پہلی عورت کہتی ہے میں نے تو اپنی بیٹی کی
شادی ایک غریب گھر میں ہی کر دی ہے۔ میرے بیٹی کا بوجھ سر سے اتر گیا ہے۔
دوسری عورت کہتی ہے لیکن میرا تو اکتو ماہیا ہے میں تو اس کے لئے کوئی اونچا گھر ہی
ڈھونڈوں گی اس پر پہلی عورت کہتی ہے۔

پنڈی، اسلام آباد میں اونچا گھر لٹھنے سے رہا۔ تم مری کی طرف جاؤ۔ وہاں تمہیں بہت اونچا
گھر مل جائے گا۔ کیونکہ وہاں پر لوگ عموماً ”پھاڑوں پر گھر بناتے ہیں۔

میں رخشندہ کا شوہر ہوں

رخشندہ سے جب میری پہلی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا! نعمان میں تمہیں ایک دوست
سمجھوں یا اپنا بھائی۔

اس وقت میری نظریں مستقبل پر گئی ہوئی تھیں میں نے کہا تم مجھے بھائی نہ ہی کہو تو اچھا
ہے بس امجھے ایک دوست ہی سمجھو۔ مجھے ایک ان جانا ساخوف تھا کہ کہیں بھائی کا رشتہ
زندگی کے کسی موڑ پر رکاوٹ نہ بن جائے۔ کیونکہ بھائی بھیش بھائی ہی رہتا ہے۔ جبکہ ایک
دوست کی دوستی پیار میں بھی بدل سکتی ہے۔
اور آج زبانت سے کئے ہوئے فیصلے ہی کی بدولت میں رخشندہ کا شوہر ہوں۔



کالی ملی

شوہر اپنی بیوی سے پوچھتا ہے جو کالج میں لیکچرر ہے کہ آج تم کالج نہیں گئی۔ تم تو کہ
رہی تھی آج کالج میں تو ہم پرستی کے موضوع پر کانفرنس ہو رہی ہے جس میں مجھے بھی تو
ہم پرستی کے خلاف مقالہ پڑھنا ہے۔

بیوی کہتی ہے میں کانفرنس میں شرکت کرنے جا رہی تھی پر کیا کروں، "کالی ملی" نے میرا
راستہ کاتا اور میں انسی قدموں پر واپس آگئی۔



شوہر: آج، میرا جنم دن ہے
بیوی: (جو زرا کم سخت تھی) تمرا آج ہوا تو کیا۔ میرا تو ہر دن جنم دن بنا رکھا ہے تم نے



ایک روپے کا سوال ہے! بیبا

میں لان میں بیٹھا اخبار کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ ملازم نے اگر بتایا باہر سینئھ عابد اپنی
چیزوں میں آئے ہیں میں نے انہیں اندر بلوالیا۔ چائے وائے پلائی۔ باتوں پاتوں میں انہوں
نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ کہنے لگے آج میں نے اپنا بینک بیٹش پا کرایا۔ تو معلوم
ہوا کہ ننانوے لاکھ ننانوے ہزار نو سو ننانوے روپے ہو چکے ہیں (99999999) میں فوراً
ان کے اندر دلی ہوئی خواہش بھانپ گیا اور بٹوے سے ایک روپے کا کھڑکھڑا تا ہوانوٹ
نکال کر ان کے آگے رکھ دیا۔ سینئھ عابد خوشی سے اچھل پڑے کیونکہ اب وہ کوڑپتی بن
چکے تھے۔

کٹ پیس

میں ایک ادارے میں معمولی کلرک تھا۔ افسران بالا کو میری دیانتداری کا نما بن کر چھپتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے نوکری سے برخاست کرنے کے لئے نئے نئے حربے استعمال کئے۔ مجھ پر جو الزامات لگائے گئے وہ خاصے دلچسپ تھے۔ مجھ پر تاگوں کے شیشے توڑنا، ریل گاڑی کے سے ہوا نکالنا ویل کپ اتار کر کبازیوں کے ہاتھ فروخت کرنا اور ایک سینئر سے اس کی گدھا گاڑی کی چاہیاں چھیننے کے الزامات لگائے گئے گے یہ الزامات اتنے ٹھوس تھے کہ میں خود کو بری الذمہ ثابت نہ کر سکا۔



ڈر اپ میں

میں نے بہت سی فلمیں دیکھیں ہیں۔ لیکن ایک فلم ہمیشہ یاد رہے گی جس میں فلم کے (End) اُنک نہ تو ہیرو، ہیروئن آپس میں پیار بھری باعث کرتے ہیں نہ ہی دونوں ایک دوسرے کے ناز غزرے اٹھاتے ہیں اور نہ ہی دونوں پر کوئی گانا پچھرا تر ہوتا ہے پوری فلم کے دوران ولن بھی کمیں نظر نہیں آیا۔

یہ فلم ماضی میں نہیں تھی۔ لیکن اس کی ماگ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آج بھی یہ فلم دھڑا دھڑ فروخت ہو رہی ہے۔ شاید ہی مستقبل میں کوئی اور فلم اس کی جگہ لے سکے خفہ مذاہب، رنگ و نسل اور زبانیں بولنے والوں میں یہ فلم یکساں مقبول ہوئی آپ جان پچے ہوں گے وہ فلم کونسی ہے۔ وہ فلم آج ہی میں نے بھی بازار سے اپنے کیرنے میں ڈلوائی

ڈر اپ سین

اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے اپنے ہی گھر کے افراد تھے۔ جن بد نصیبوں میں کسی کے تو پاؤں کٹ پکھے تھے اور کسی کے کان اور سر غائب تھے اور بعضوں کے ہاتھ اور پازو سا تھے نہیں تھے۔ لیکن یہ سب کچھ ہو جانے کے باوجود بھی اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور اس نے عزم و حوصلہ کا مظاہرہ کیا وہ برابری سی سوچ رہا تھا کہ میں نے دو لگنے کے ملازم پر کیوں اندرھا اختیار کیا۔ کاش، کاش میں اس نالائق کرموں کے ہاتھ کیسرہ نہ

رتا۔



لباس

برا ہو اس مغربی تندیب کا جس نے ہمیں ایسا لباس دیا تھے پس کر بھی انسان نگارہتا ہے۔ اب تو دوسروں کا گریبان جھانکنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ وہیں کھڑے کھڑے سب کچھ نظر آ جاتا ہے۔



کٹ پیس

پارک میں کچھ لڑکیاں تفریح کے لئے آئی تھیں ایک لڑکی اپنی سہیلوں کو بتا رہی تھی کہ میں اس لڑکے سے شادی کروں گی جو میری زندگی میں رنگ بھر دے...!
کچھ فاصلے پر لڑکوں کی نولی بھی بیٹھی تھی۔ ایک لڑکے کے کان میں جب یہ آواز پڑی تو وہ چونک کر بولا۔

محترمہ میں آپ کے لئے بڑا سوت ایبل (Suitable) رہوں گا۔ اس لئے کہ میں ایک رنگ ساز ہوں۔



کٹ پیس

پچھے دونوں ہمارے محلے میں ایک بے بوز شادی ہوئی۔ اس کے باوجود کہ لڑکی لڑکے کا تعلق متوسط گمراہے سے تھا۔ دونوں کی عموں میں بھی کوئی واضح فرق نہیں تھا۔ جہاں لڑکی بہت خوبصورت تھی وہاں لڑکا بھی کسی شہزادے سے کم نہیں تھا لیکن پھر بھی دونوں کے کام میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ لڑکی ایئر ہوسٹس تھی جبکہ لڑکا بس کندیکٹر۔

بیغیر آپریشن کے علاج

ہمارے ایک جانے والے اپنی بیوی کو ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور ڈاکٹر سے کہا کہ ان دنوں میں اپنی بیوی کے متعلق بست پریشان ہوں۔ اگر میں اس سے تین دفعہ کچھ کہوں تو یہ صرف ایک دفعہ ہی سنتی ہے۔

ڈاکٹر اس کی بیوی کے لئے کان کا آپریشن تجویز کرتا ہے اور اس کے شوہر سے کہتا ہے کہ آپ 25 ہزار کی رقم کا بندوبست کریں۔

اتسی بڑی رقم کا سن کر خدشہ تھا کہ شوہر خود بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا۔ لیکن میں ڈاکٹر کے ایک دوست وکیل بھی آئے بیٹھے تھے۔ جو نہ کورہ بالا شخص کی پریشانی کو بھانپ چکے تھے مشورہ دیا کہ میاں! آپ پریشان نہ ہوں اس مسئلے کا بیغیر آپریشن کے حل بھی ہے۔

بس طریقہ ذرا وقت طلب ہو گا۔ آپ اپنی بیوی سے جو کچھ کہنا چاہیں گے وہ تین دفعہ کہنے کے بعد نو دفعہ کہئے گا۔

چھکے

* بات وہ کرو جو دوسرے کے کان کھول دے۔ وہ بات نہ کرو جو دوسرے کا منہ کھول دے۔

* میرے دوست کا موڑ سائیکل کبھی پچھر نہیں ہوا کیونکہ وہ چلاتا ہی اتنا تیز ہے کہ ناز زمین پر لگتے ہی نہیں دیتا۔

* قلم انڈشیری والوں سے میری گزارش ہے کہ وہ خدا کے لئے اردو فوجر فلموں میں اردو اور فرنچر کی جاتی تونہ کریں۔

* آنکھیں دکھانے کے لئے نہیں بلکہ دیکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔

* جیزرواقعی لعنت ہے کیونکہ یہ بغیر یوی کے نہیں ملتا۔

* V.C.R یا T.V دیکھنے میں کوئی قید نہیں بشرطیکہ آن نہ ہوں۔

* ایک دن میں نے ریفریجریٹر کھولا تو اس میں صرف کانگڈ کا ایک نکلا ملا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔ صفائی نصف ایمان ہے۔“

* جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو وہ آبادی میں اضافہ کرتا ہے لیکن جلد ہی اسے اپنی اس غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ جاتے ہوئے آبادی میں کمی کر جاتا ہے۔

* ریڈیو اونچا بجا کیے ہو سکتا ہے آپ کے پڑوسیوں میں کوئی اس لعنت سے محروم ہو۔

* میں نے قائدِ اعظم کو قریب سے دیکھا ہے ایک دن وہ تقریر کر رہے تھے تو میں T.V کے قریب ہی بیٹھا تھا۔

- * بظاہر ایک تباہ کو نوش سگریٹ ختم کر رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں سگریٹ اسے ختم کر رہا ہوتا ہے۔
- * اس لڑکی سے اظہار محبت کرو۔ جس کے پاؤں میں جوتی نہ ہو۔
- * ضروری نہیں انہی لوگوں کا وقت قیمتی ہو جن کی کلائی پر قیمتی گھڑی بندھی ہو۔
- * ایک غریب نے گھر کا خرچہ چلانے کے لئے گھر بیچ دیا۔
- * مجھے جس لڑکی سے پیار تھا وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اب میرا جی چاہتا ہے جان دے کر جان چھڑا لوں



* ”وریا ولی“ *

”جب ان کے گھروالے میری شادی کی تاریخ مانگنے آئے تو ابو نے پورا کیلندر ہی ان کے پاٹھ میں تھا ریا۔“

* ایک حکیم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اگر عینک والا جن میرا تیار کیا ہوا سرمه باقاعدگی سے آنکھوں میں ڈالتا رہے تو ایک ہفتے کے اندر اس کی عینک اتر سکتی ہے اور اسے دن کو بھی تارے نظر آنے لگ جائیں گے۔

* ڈاکٹر نے ایک عورت کے منہ میں تھرا میز رکھا بخار چیک کرنے کے لئے۔ قریب ہی اس کا خاویں کھڑا تھا اس نے سرد آہ بھر کے کہا! ڈاکٹر صاحب آج پہلی بار اپنی

خاموش دیکھ رہا ہوں۔

* کہتے ہیں پہلے پہلے گاجر اور مولی دنوں کے رنگ سفید تھے۔ لیکن پھر ایک دن مولی

نے گاجر کے سامنے ایک سفید جھوٹ بولا جس سے گاجر غصے سے لال سرخ ہو گئی۔

* ایک لڑکی اپنے بوائے فرینڈ سے پوچھتی ہے

”تمہارے دل میں میرے لئے محبت کتنی ہے“

لڑکا کہتا ہے

”بی جمالو! پہلے تم تو بتاؤ تمہارے اکاؤنٹ میں رقم کتنی ہے۔“

”ہسپتالوں کی حالت زار“

ہسپتال تو وہ جگہ ہے جہاں سے مریض صحت یا بہو کر نکلتے ہیں لیکن ہمارے ہسپتالوں میں اگر کوئی صحت مند شخص ایک بار چلا جائے تو وہ پیاریاں لے کر نکلتے ہے۔

ڈاکٹر بننے سے پہلے سب دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دلکھی انسانیت کی خدمت کریں گے لیکن جب وہ ڈاکٹر بن جاتے ہیں تو انہا دلکھی انسانیت سے اپنی خدمت کرواتے ہیں۔

ایک غریب کیلئے ہسپتال تک رسائی بہت مشکل ہے اس لیے وہ گھر میں ہی مرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ دیسے تو آجکل ہسپتالوں میں پیدا ہونا اور مرتا ایک فیشن بن گیا ہے۔ جو زیادہ تر امیروں میں رواج پا رہا ہے۔ امیر کا پچھہ ہسپتال میں پیدا ہوتا ہے۔ اور مرتا بھی جا کر ہسپتال میں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ پیدا تو زنانہ وارث میں ہوتا ہے لیکن مرتا مردانہ وارث میں ہے۔ لیکن یہ کماں کی مرداگی ہے۔

ہسپتاں کی حالت زار پر زار و قطار رونا آتا ہے۔ ہسپتال میں پرچی بنانے کیلئے مریض کو بھی قطار میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اکثر ویشور مریض کی بھی زندگی اس بھی قطار کے آگے بے بس نظر آتی ہے اور اس سے پسلے کہ مریض ڈاکٹر سے ملے خالق حقیقی سے جاتا ہے۔

اگر ایک ہسپتال میں تین سو (300) بستریوں کی گنجائش ہے تو پچاس سانچے مریضوں کو ہی بستری مل سکتا ہے۔ کیونکہ باقی بستریوں پر ان مریضوں کے عزیزوں اقارب جو انکی بیمار پری کیلئے آئے ہوئے ہوتے ہیں انہوں نے اپنا قبضہ جمایا ہوتا ہے۔

آپ نے اکثر سننا ہو گا۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور دکھانے کے اور کچھ اسی قسم کی صورت حال مجھے ہسپتال میں نظر آئی میں آنکھوں کے ڈاکٹر کے پاس گیا، جو ایک مریضہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا۔

تیری آنکھوں میں پیار کا کوئی پیغام نہیں تھا کو اپنا نہ بنایا تو میرا نام نہیں ایک دفعہ مجھے E.N.T کان، ناک اور گلے کے اسپیشلٹ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا وہ فون پر اپنی محبوبہ کی فرمائش نوٹ کر رہا تھا۔

"کان کیلئے بالیاں، ناک کیلئے نحل، اور گلے کیلئے ہار اور لاکٹ وغیرہ وغیرہ" میرے اچانک جانے پر ڈاکٹر کے کان پر ہوں تک نہیں رکھی، تھی اس نے

تاک چڑھایا اور نہ کوئی گلہ کر سکا۔ تقریباً بھی ہسپتالوں میں ایک آپریشن ٹھیکر ہوتا ہے۔

جہاں آپریشن کم اور ٹھیکر زیادہ ہوتا ہے۔
ڈاکٹر مریض کی چیز پھاڑ کرنے سے پہلے اپنے منہ پر نقاب چڑھا لیتے ہیں، تاک
پھانے نہ جائیں لیکن اگلے جہاں وہ ضرور پھانے جائیں گے۔

ہر ہسپتال میں ایک بلڈ بینک ہوتا ہے جہاں "خون" ہوتا ہے۔ لیکن اب تو
دوسرے بنکوں میں بھی خون ہو رہا ہے۔

ایک خوش آئندہ بات یہ ہے کہ تقریباً بھی ہسپتالوں میں ایک مسجد بھی ہوتی ہے
۔ جہاں اکثر مریض اپنی زندگی کی آخری نماز ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔
ایک مشہور مصلحتی ہے۔

خریبوزے کو دیکھ کر خریبوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

چونکہ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کا لباس سفید ہے اس لئے اگر کوئی مریض زندگی میں
ایک بار ان سفید پوشوں کے ہاتھ لگ جائے تو اس بے چارے کو جلد ہی سفید
لباس (کفن) پہنا کر چھوڑتے ہیں۔

شاید اسی موقع پر کہتے ہیں کہ فلاں نے فلاں کو اپنے رنگ میں رنگ لیا۔
ایک اور غور طلب بات یہ ہے کہ ہسپتالوں میں مریضوں کو جو کھانا دیا جاتا ہے،
اس سے اچھا کھانا جیل میں قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔ اسکا مطلب تو یہی ہوا کہ ایک
قیدی کی نسبت مریض زیادہ قصور وار ہے۔

عام طور پر تو ہسپتال میں صرف مریض ہی کو مرنے کی اجازت ہے ۔ لیکن ایک دفعہ ایک ڈاکٹر کی موت (Death) ہو گئی چونکہ وہ بڑا منگا اور قابل ڈاکٹر تھا ۔ اس نے اپنا علاج اس لیے نہیں کیا کہ اسکی فیس بہت زیادہ تھی اور دوسروں سے علاج اس لیے نہیں کروایا کہ اسے پتہ تھا کہ لوبے کو لوہا کاٹتا ہے ۔ حکومت جہاں ہسپتالوں میں بستروں کا بندوبست کرتی ہے ۔ بلڈ بینک، آپریشن چیمپر، مسجد اور پارکوں کا قیام عمل میں لاتی ہے وہاں اگر ایک قبرستان کا اضافہ بھی کر دے تو کوئی مضائقہ نہ ہو گا ۔ اس طرح ایک سال میں قبرستان کا سائز جس قدر بڑھے گا ۔ اسقدر ڈاکٹروں کی کارکردگی کا اندازہ ہوتا رہے گا ۔ لیکن ڈاکٹروں کی کارکردگی اتنی بری نہیں ہونی چاہئے کہ کچھ سال بعد ہسپتال کو ہی قبرستان میں مدغم کرنا پڑ جائے ۔

اس دشت میں اک ہسپتال تھا

وہ کیا ہوا ۔ ۔ ۔ آوارگی

آخر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ

کیا ہسپتالوں میں مریض شفا پا رہے ہیں ؟

" یا "

جار ہے ہیں ۔

میرا ایک دوست جو کافی عمر سے سے ہسپتال میں ایڈمٹ (Admit) ہے اسے کیا بیکاری ہے یہ ایک ڈاکٹری بتا سکتا ہے لیکن جہاں تکھے جسیں اپنی بابت بتاتا

- ہے

اگر سب واکٹروں کو چھانٹ دیں
اور ساری نر سیں مریضوں میں بانٹ دیں
تو پھر میں کیا بلکہ سارے مریض صحت یا ب ہو جائیں گے۔



جب آئینہ ایجاد نہیں ہوا تھا

آئینہ ایجاد ہونے سے قبل انسان گھرے میں اپنا منہ دیکھا کرتا تھا۔ یعنی گھرے کے پاس جانے کے اسکی نظر میں دو مقاصد تھے۔ ایک پاس بچانے کیلئے اور دوسرا گھرے میں اپنا منہ دیکھنے کیلئے۔

آج کے دور میں اگر کوئی گھرے کے پاس جاتا ہے۔ تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ پانی پینے جا رہا ہے لیکن اس وقت جب کوئی گھرے کے پاس جاتا تھا تو دوسرا بندہ قطعی

طور پر نہیں سمجھ سکتا تھا کہ پانی پینے جا رہا ہے یا منہ دیکھنے۔ کیونکہ گھرے میں پانی پینے یا منہ دیکھنے کیلئے تقریباً ملا جلا عمل کرنا پڑتا ہے۔

۱۔ پہلے شلنے کے انداز میں گھرے کے پاس جاؤ

۲۔ پھر پالہ انھاؤ

۳۔ اور پھر پھونی اتارو

۴۔ اور پھر منہ دیکھو یا پانی گھرے سے براستہ منہ اور حلق جسم کے اندر اتارو یہاں میں یہ ہاتھا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانے زمانے کے لوگ بڑے ذہین ہوتے تھے اگر الحنوں نے پانی پینے کے ساتھ ساتھ منہ بھی دیکھنا ہوتا تھا تو پہلے

پیالہ انھا کر اور چھوٹی اتار کر منہ دیکھتے کیونکہ اس وقت گھرے میں پانی خمرا ہوا ہوتا تھا۔ بصورت دیگر اگر پسلے وہ پیاس بجھاتے تو جب پیالے میں پانی ڈالنے کیلئے گھردا الٹایا جاتا تو پانی میں بچل سی ہو جاتی اور اپنی مشکل دیکھ کر بھی اندازہ کرتے جیسے اللہ ہو کا ورو کر رہے ہوں۔

جب آئینہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ تو انسان اپنے آپ کو دوسروں جیسا ہی تصور کرتا تھا۔ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں گورے چڑھتے ہوتے تو اسے یقین ہوتا تھا کہ اسکا منہ بھی گورا چٹا ہو گا۔ اور اگر کسی کے ہاتھ پاؤں کالے ہوتے تھے تو اسے منہ کالا ہونے پر ذرا بھی گمان نہیں ہوتا تھا۔

الغرض جب آئینہ ایجاد نہیں ہوا تھا تو تب بھی ایک اہم مسئلہ درپیش رہتا تھا۔ اور اب جبکہ آئینہ ایجاد ہو چکا ہے تو تب بھی یہی مسئلہ درپیش رہتا ہے کہ ہم خود تو آئینہ بڑے شوق سے دیکھتے ہیں لیکن اگر کوئی دوسرا ہمیں آئینہ دکھائے تو ہم ناراض ہو جاتے ہیں۔

تھرڈ ایپارٹ اور بے روزگاری

جب ہم کرکت سمجھتے تھے یا دیکھتے تھے تو اس وقت صرف دو ایپارٹ ہوا کرتے تھے۔ ایک باؤنچ اینڈ پر ایپارٹمنٹ کے فرانس سر انعام دیتا تھا اور دوسرا لیگ ایپارٹمنٹ کرتا تھا جسے لیگ ایپارٹ کہا جاتا تھا لیکن حال ہی میں کرکت کی سرستی کرنے والے ممالک نے اب تھرڈ ایپارٹ متعارف کروایا ہے۔ حالیہ ورلڈ کپ میں آپ نے تھرڈ ایپارٹ کا کردار دیکھا ہو گا۔

یہ ضروری نہیں کہ سکیل میں صرف کھلاڑی ہی جگہ بناسکتے ہیں۔ جبکہ ایپارٹوں کو بھی اپنی جگہ بنانے کا حق حاصل ہونا چاہئے اگر آج دو کی جگہ تین ایپارٹوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو کل تین کی جگہ چار کی ضرورت بھی محسوس ہو سکتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ ضرورت اور بھی بڑھ سکتی ہے اور ممکن ہے صورت حال ایسی ہو جائے کہ نو بال کا علیحدہ ایپارٹ ڈیپ بال کا علیحدہ، اسی طرح دا یک بال کر علیحدہ اور فضا میں انگلی لہرانے کیلئے علیحدہ ایپارٹ ہو، اور خدا کرے اس طرح ہر روزگاری کا خاتمہ ہو جائے۔

کرکت کے میدان میں ایک وقت میں تیرہ کھلاڑی سرگرم ہوتے ہیں اور تیرہ ہی ایسپلائر ہو جائیں تو
کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔

یعنی ہر کھلاڑی کا اپنا اپنا ایسپلائر ہو
اگر مقصد صرف ہے روزگاری کو ختم کرنا ہے

لطیفہ

بیوی خد کر رہی تھی کہ اب مجھ سے گھر کا کام نہیں ہوتا لہذا تم مازمہ رکھ لو۔
 لیکن خاوند کی گئی بندگی تجواہ میں بمشکل گزارہ ہو سکتا تھا۔ ملازم رکھنے کا سوال
 ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ گھر میں اکثر اسی بات پر میاں بیوی کے درمیان تو تباہ
 ہوتی رہتی تھی اور اس سے پہلے کہ نوبت تو تباہ سے طلاق تک پہنچتی ایک دن
 خاوند نے بیوی کو سمجھایا کہ
 سارا کام میری ماں اور بھائیں کرتی ہیں۔

بجاڑو وہ دیتی ہیں

کپڑے وہ استری کرتی ہیں

کھانا وہ پکاتی ہیں

برتن وہ مانجھتی ہیں

اور تم

کام کی نہ کاج کی دشمن انماج کی

اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو ہاتھ دیئے ہیں آخر کس لئے۔

بیوی کہنی سے کلائی تک چوڑیاں چھکارتی ہوئی بولی

”اللہ تعالیٰ نے مجھے دو ہاتھ چوڑیوں کو رکاوٹ ڈالنے کیلئے دیئے ہیں تاکہ بازو

سیدھے رکھنے وقت چوڑیاں دھرام سے نیچے نہ گر پزیں۔

”دوپٹہ“

میرے پیارے اللہ میاں یہ کیا وہ شہ ہے
 سر ہے N.T.M. کا نگاہی P.T.V. ہے دوپٹہ ہے
 دوپٹہ کو آنچھل (آن چل) بھی کہتے ہیں یعنی جس کے بغیر عورت کی آن چلی جاتی
 ہے۔

دوپٹہ عورت کا وہ لباس ہے جو سر ڈھانپنے کے کام آتا ہے۔ دوپٹہ سر پر رہے تو
 اچھا ہے مگر ہماری عورتیں اسے صرف گلے میں ڈالتی ہیں۔ حالانکہ دوپٹے کا
 اصل مقام سر ہے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس کا مقام بدلتا رہتا ہے۔ کبھی
 اوپر سے نیچے اور کبھی نیچے سے اوپر یعنی کبھی سر پر اور کبھی گلے میں۔

مارشل لاءِ دور میں ضیاءُ صاحب کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے۔ کہ انہوں نے
 ٹیلی ویژن کی اناؤنسرز اور نیوز کا سائز کے لئے دوپٹہ اوڑھنا لازمی قرار دے دیا تھا
 اور ہم نے اپنی گناہ گار آنکھوں سے اس کی پابندی ہوتے ہوئے دیکھا بھی ہے۔
 یعنی ٹی وی میں تھوڑا بہت اسلام نافذ ہو گیا تھا۔ اور مولوی نائپ لوگوں نے بھی
 تھوڑا بہت ٹی وی دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

کاش اگر زندگی وفا کرتی تو ضیاء صاحب قلموں میں بھی دوپٹے کا استعمال کرو اکر
چھوڑتے اور قلم کے شو قین دیکھتے کہ ان کی پسندیدہ ہیر و گن دوپٹے اوڑھ کر ڈالنس
کر رہی ہے ۔ اور یہ ضیاء صاحب کا بڑی سکرین کے لئے ایک بڑا قدم ہوتا ۔
دوسری طرف اس سے قلم انڈسٹری والوں کو بھی بڑا فائدہ پہنچتا کیونکہ مولومی
حضرات کی بڑی تعداد سینما ہال کا رخ کرتی ۔



لطیفہ

اردو کے پیغمبر میں سوال پوچھا گیا
کیا غالب آپ کو پسند ہیں ؟
ایک لڑکی نے جواب میں لکھا ۔ اللہ تم غالب مجھے تو بہت پسند ہیں ۔ لیکن آج
کل لڑکی کی پسند و ناپسند کو کون پوچھتا ہے ۔
ذرا غالب سے بھی پوچھیں انھیں میں کیسی لگتی ہوں ۔

لطیفہ

ریڈیو پر نیم بیکم غزل سرا تھی ۔ ماں نے کہا ۔ بیٹا ریڈیو بند کر دو ۔ ازان ہو رہی ہے ۔ بیٹے نے فوراً ماں کے حکم کی قیل کی اور ریڈیو آف کر دیا اور اپنی سرٹی آواز میں غزل کا مصرع گلتا نہ لگا ۔
نام لے لے کے تمرا ہم تو جیسے جائیں گے ۔



لطیفہ

کلاس میں ماشر صاحب نے سوال پوچھا ۔
ستر اٹ نے جس پیالے میں زہر بیجا تھا وہ کہاں ہے ؟
شادرد
وائسین بائیں دیکھے کر
ماشر صاحب پتا نہیں
لیکن اگر آپ نے زہر میرا مطلب ہے پانی پیتا ہے تو الماری میں گلاس پڑا ہے ۔

لطیفہ

ماڑا صاحب
ہاتھوں کے طوٹے اڑنا کو جلتے میں استعمال کرو
شاگرد
میں نے جیسے ہی دھنالے اتارے میرے ہاتھوں کے طوٹے اڑ گئے ۔

کٹ پیس

میرا پسندیدہ مضمون تاریخ ہے ۔ کیونکہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے ۔ جبکہ
دوسرے تمام مفہامیں ہمیں خود دہرانے پڑتے ہیں ۔

تحانیدار
تم چوری، ذکیقی، راہزنی اور قتل کی وارداتوں میں ملوث ہو
ملزم
مجھے فخر ہے کہ آپ میرے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہیں ۔



غلط فہمی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انھیں اندر ہرے میں کچھ نظر نہیں آتا۔ حالانکہ اندر ہرے میں اندر ہرا نظر آتا ہے۔

پہلا شخص

میں شادی شدہ ہوں اور جب میں کوئی کنوارہ دیکھتا ہوں تو مجھے اس پر رٹک آتا ہے۔

دوسرा شخص

میں کنوارہ ہوں اور جب میں کوئی شادی شدہ دیکھتا ہوں تو مجھے اس پر ترس آتا ہے۔

پہلا دوست

تم جانتے بھی ہو کر لڑکی ایک ہاتھ سے مخذلہ ہے لیکن پھر بھی تم نے کیا سوچ کر اس سے شادی کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

دوسرادوست

بس یہی سوچ کر کے کم از کم وہ میری تختواہ دونوں ہاتھوں سے تو نہیں لٹائے گی۔

ہاں بیٹھا تم سادگی سے شادی کرو گے یا دھوم دھام سے
بیٹھا امی بھجے تو دونوں پسند نہیں ہیں آپ کسی تیسری کا نام لیں۔

مریض

ڈاکٹر صاحب میرے لئے کوئی ایسا علاج تجویز کریں جس سے زلہ، زکام اور فلو¹
جڑ سے ختم ہو جائے۔

ڈاکٹر

اس کے لئے آپکو ناک کٹوانی پڑے گی۔

گاہک بیڑے سے

آلو مژر کے علاوہ کچھ اور ہے پکا ہوا؟

بیڑا

جی ہاں

مژر آلو بھی مل سکتے ہیں

ڈرائیور

آپ کس جرم میں میرا چالان کاٹ رہے ہیں
پولیس کا نشیل

تم نے اشارہ توڑا ہے

ڈرائیور

لیکن میں نے تو اشارے سے کافی ہٹا کر گاڑی گزاری ہے ۔



دو شادیاں

ماں اپنے بیٹے سے کہتی ہے (جو دوسری شادی پر بعذد ہے) تم ایک خوبصورت بیوی کے شوہر ہو، تمہارا ایک چاند سا بیٹا اور گڑیا جیسی بیٹی ہے جب تم سرال جاتے ہو تو سالیاں اور سالے تمہاری راہوں میں اپنی آنکھیں بچاتے ہیں۔ تمہاری ساس اور سر تھیں اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہتے ہیں لیکن اس کے باوجود تم دوسری شادی کرنے پر کیوں نہ ہوئے ہو۔
بیٹا آگے سے اپنی مجبوری بتاتا ہے۔

میں "دو شادیاں" صرف اس نجومی کو مات دینے کے لئے کر رہا ہوں ہے اپنے علم نجوم پر بڑا گھنٹہ ہے میں اس کے دعوئی کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہوں جس نے میرے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر بتایا تھا کہ تمہاری قسم میں صرف ایک ہی بیوی ہے۔



سخاوت

وہ بہت سچی تھے۔ اگر کوئی بھیک منگا آپ کے در تک آ جاتا تو اسے کچھ دے کر
بھی رخصت کرتے چاہے سوچات میں دھکے ہی کیوں نہ ہوں۔

لڑکی والوں نے پوچھا۔ لڑکا کیا کام کرتا ہے۔

جی لڑکا بڑا دماغی کام کرتا ہے۔

کیا کسی دفتر میں کلرک وغیرہ ہے۔

جی نہیں

بزری منڈی میں نوکری اٹھاتا ہے۔

میری بیکم کے دونوں ہاتھ اس وقت کوٹ کی جیبوں میں ہیں لیکن میرا دعویٰ ہے
کہ وہ اب بھی دنیا کی تمام بیکمات سے دو ہاتھ آگے ہے۔

فضلو کیا تمہاری جیسیں دو دھن دیتی ہے

جی نہیں! مجھے خود دوہنا پڑتا ہے۔



ایک ڈرامے کا منظر

ای بی بی جلدی سے تیار ہو جاؤ ۔ آج سر عابد اپنے بیٹے کے لئے تمہارا ہاتھ
ماں گئے آرہی ہیں ۔

بیٹی مخصوصیت سے جواب دیتی ہے ۔

ای کیا ان کا بیٹا ہاتھوں سے معدور ہے جو وہ اس کے لئے تمہارا ہاتھ ماں گئے آرہی ہیں ۔
ای اللہ نہ کرے وہ تو ایک نامکمل انسان ہے ۔ لیکن پھر بھی تمہارے بغیر اس کی
زندگی نامکمل ہی ہے ۔ وہ زندگی کی سانسیں تمہارے ساتھ لینا چاہتا ہے ۔

ہاں سنو اس دفعہ مہمانوں کے سامنے بالکل سنجیدہ رہتا ہے ۔ ایک موقع پر پسلے
بھی تمہاری نہیں نکل گئی تھی اور یوں اچھا بھلا رشتہ ہاتھ سے نکل گیا تھا ۔

بیٹی اچھا مگی اب کی بار زبان پر تالا لگا کر رکھوں گی ۔

ای ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے ۔

ٹھیک ہے تالا لگا کر چاہیاں مجھے دے دینا

ماں بیٹی میں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے میں سینہ عابد اپنی فیملی کے ساتھ آ
جائتے ہیں ۔ نیل بختے پر ملازم دروازہ کھوتا ہے ۔

مہمانوں کے استقبال کے لئے لڑکی (پستا) کی ماں موجود ہوتی ہے ۔ وہ خوش اخلاقی
سے انھیں خوش آمدید کرتی ہوئی ڈرائیک روم میں بٹھاتی ہے ۔

سینہ عابد بڑے ہنس کھے اور سمجھے ہوئے انہی ہوتے ہیں۔ اور ان کی بحکم بھی اپنے میاں کی تصوری لیکن بیٹا شاہد لاڈ پیار سے گزرا ہوا، آداب محفل سے نالبد۔ پہنا کی ماں مسمانوں کے ساتھ گپ ٹپ میں مصروف ہوتی ہے۔ اتنے میں پہنا چائے کی ٹرالی لے کر پہنچ جاتی ہے۔ شاہد چائے کی چکلی لے کر کھاتا ہے۔ پہنا اتنی اچھی چائے پیش کرنے پر میری طرف سے مبارک باد قبول کیجئے۔ پہنا شرمساری ہو جاتی ہے۔

پہنا کی ماں سادگی سے کھتی ہے۔ پہنا جب سے جوان ہوئی ہے اس کے رشتے آنے شروع ہوئے ہیں۔ تب سے یہ چائے بنا بنا کر مسمانوں کو پیش کر رہی ہے۔ پس لڑکے والے چائے پسند کر کے چلے جاتے ہیں سینہ عابد بات کا نتھے ہوئے بول پڑتے ہیں۔ لیکن بھا بھی ہم نے تو چائے کے ساتھ ساتھ آپ کی بیٹی کو بھی پسند کر لیا ہے۔

اس بار شاہد میاں سے چپ نہ رہا گیا۔ اور بڑے اشائیش انداز میں کہا "میں تو چائے کے ساتھ بست پسند کرتا ہوں"

سینہ عابد بیٹی کا کندھا تھپکاتے ہوئے بیٹا ہر ایک کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد کھانا میز پر سجا دیا گیا۔ مزے دار کھانے کے ساتھ مزے دار گنگلو چاری رہی پہنا بے چاری جو نہیں

نمک دانی اٹھانے لگی اپنی پلیٹ میں نمک ڈالنے کے لئے۔

شاہد نے اوکاری کے سے انداز میں اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھنے اور پتنا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں تو ڈر گیا تھا کہ کہیں آپ میرے دل کے زخموں پر نمک چھڑکتے گی ہیں۔"

پتنا اس بار بھی لا جواب ہو گی اور شاہد پے در پے وار کر رہا تھا۔

پتنا کا یہ ہوم گرا اونڈ تھا مگر شاہد کے سامنے اس کی بیٹھ لائیں بڑی طرح فیل ہو چکی تھی۔

شاہد کی ای ذرا موٹی تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے کھانا کھائے جا رہی تھیں۔

اس دفعہ سینھ عابد اپنی بیگم پر طور کرنے سے بالکل بھی نہیں پچکچائے اور

موقع کی مناسبت سے یہ شعر پڑھا۔

جتنا کسی کا طرف ہے

وہ اتنا ہی خاموش ہے

اس پر محفل ایک بار پھر کشت زعفران بن گی۔

The End



بابر شاہی کے بارے خرافت کا
ایک بھرپور دریاۓ سوالات اپنے
سادھے کھے طغیانیوں میں موجز ن
دکھانے دیتا ہے۔

اس کے "شرطیت" و لمحے آویز اور سماج کے پھوکے خالے انگریز میں یہ
زوجوں اگر اسکے لگنگھے کے ساتھ لکھتا رہا تو کچھ عجب نہیں کہ مزاج لگاری
کے ایک ایسے روشنی کو رواخ دے جائے جسے بابری اور شاہی
مزاج کے نام سے پکارا جائے۔

ستید خصیت حجفی

اسلام آباد

بابر شاہین کی "شرطیں" پڑھ کر مجھے یوں لگا جیسے وہ عارضی خوشی پیدا
کرنے کے لئے ہنسی کا ماسکٹ چڑھاتے کی کوشش کر رہے ہیں
جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ بابری مزاج اور
شاہینی چذبائی کے استزانج تے بابر شاہین کے نام کی طرح اس
کے مزاج کو بھی اس قدر باوصفت بنادیا ہے کہ اس کے مزاج سے
ہر سر کے لوگ لطف اٹھا سکتے ہیں پہ

عارف فرہاد

کمال آباد راولپنڈی

نویجے پبلی کیشنر پورٹ بکرے نمبر ۱۱۶
راولپنڈی